بات اسی طرح ہے یا نہیں۔ پس مستری جی یوں یہ امر موجب ناراضگی ہُوا ہے۔

او مستری فضل کریم! کیا تجھے وہ دن یاد ہے۔ جبکہ تو میرے مکان پر بعد عصر آیا تھا۔ اور تو نے اپنے فرزند ناخلف محمد زاہد کا ماجرا سنایا تھا۔ اور میں نے اور اخویم خان صاحب ذوالفقار علی خاں نے تجھے سمجھایا تھا۔ جس کے بعد تو نے اپنے اطمینان اور تسلی دلی کا اظہار کر کے حضرت خلیفہ ثانی کی صداقت اور راستبازی کا دل سے اقرار کیا تھا۔ اور اپنے ناخلف زاہد کو ہی جھوٹا بتلایا تھا۔ آج انہیں باتوں کو اپنی بدقسمتی سے دوسروں کے پھندے میں پھنس کر اپنی ذلت دینی اور دنیوی کا ذریعہ بنا رہا ہے۔ خدا سے ڈر۔ مرنا یاد کر۔ قبر میں تیرے نہ زاہد کام آئے گا نہ عبدالکریم۔ نہ سکینہ اور نہ عبداللہ ڈاکٹر۔ نہ زمیندار اور نہ آتشباز۔ نہ امیر پیغام۔ اور نہ صدر دین جیسا دشمن دین۔ کیوں اپنی ذلت کراتا اور لڑکوں کے ہاتھوں رسوائی اٹھاتا ہے او نادان! زاہد کو دیکھ اور سکینہ کو۔ اور پھر اس انسان کو دیکھ۔ جس کے واسطے خدا نے بار بار اپنے برگزیدہ مسیح موعود علیہ السلام کو بشارتیں دیں۔ اور خود تجھے خوابوں میں اسکی پاکیزگی جتلائی۔ مگر تجھے پھر بھی ہوش نہ آئی۔ یاد رکھ چاند پر تھوکنے سے منہ پر ہی پڑے گا۔ اور پڑ رہا ہے۔ خدا کے چاند پر تیرے بنائے ہوئے بادل اندھیرا نہیں ڈال سکتے۔ وہ **یوسف** ہے۔ **محمود** ہے۔ **مصلح موعود** ہے۔ خدا کا وعدہ ہے۔ کہ ؎

کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

تیرے بیٹے تجھے ہلاکت کی طرف لے جا رہے ہیں۔ استغفار کر۔ اپنی شامت اعمال سے پناہ مانگ۔ خدا سے مدد طلب کر۔ ان بیہودگیوں کو چھوڑ دے۔ یاد رکھ یہ تیری اولاد تیرے لئے فتنہ ہے۔ خود ہلاک ہو گئی۔ اور تجھے ہلاک کر رہی ہے۔ ابھی وقت ہے۔ سنبھل جا۔ خدا غفور الرحیم ہے۔ ستار ہے۔ اس سے معافی مانگ۔ یہ میری خیر خواہانہ نصیحت ہے ؎

مانوں نہ مانوں آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جائینگے

آگے میں بحولہ و قوتہ تیرے تباہ کنندگان کی "انکشاف حقیقت" کا انکشاف کرتا ہوں جس

پر تیرے پشت پناہوں اور خیر خواہوں کو بڑا ناز ہے۔ اور جس کو محض فریب دہی کی نیت سے رنگ برنگی طرزوں سے شائع کر کے دنیا کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ اب ذرا اپنے آخری طریق فیصلہ "مباہلہ" کا جواب سُن۔

مستریوں کے مُطالبہ مباہلہ کا جواب

مستری فضل کریم اینڈ سنز نے "قادیان کے فتنہ کی حقیقت" "فتنہ قادیان کی اصل حقیقت" "کھلی چٹھی بخدمت خلیفہ قادیان" "انکشاف حقیقت" یہ چار اشتہار اپنی اور اپنے پیشواؤں کی پوری طاقت اور علم کو صرف کر کے بڑی منصوبہ بازی سے لکھکر کثرت کے ساتھ حسب ایجاد ایم سنز "انیڈ کو" لوگوں میں شائع کر کے ان سب نا اہل منکرین، جاہل منافقین اور اجہل فاسقین نے یہ سمجھ لیا۔ کہ بس اب سلسلہ عالیہ احمدیہ کو تباہی ڈالیں گے۔ یا خلافت حقہ سے لوگوں کو ہٹا کر شیطان کے پیچھے لگالیں گے۔ غرض "چھوٹا منہ بڑی بات" والی مثل کا مصداق بنکر مستری فضل کریم نشین سیویاں گھڑنے والے اور مستری عبدالکریم چکی میں آٹا پیسنے والے اور محمد زاہد موٹر چلانے والے نے ان اشتہارات میں لکھا۔ کہ:۔

(۱) "یہ آخری اور کھلی راہ مباہلہ ہے۔ جو آپ کو اختیار کرنی چاہیئے۔ اور آپ تمام لوگوں سے جو الزامات پر یقین کامل رکھتے ہیں مباہلہ کریں۔ تاکہ ایسے تمام لوگ جو آپ کے نزدیک بے جا الزامات لگاتے ہیں۔ نیست و نابود ہو جائیں"

(۲) "یہ اگر اس کا جواب نہ دیا جائے گا۔ تو یہ ثابت ہو جائے گا۔ کہ تمام اعتراضات بالکل سچے ہیں۔ اور آپ قاصر ہیں۔ کہ ان کا جواب دے سکیں"

(۳) "یہ خود بانی سلسلہ کے نزدیک ایسے حالات میں مباہلہ ہی ایک فیصلہ کن طریق ہے۔ اور ہم اس طریق کے اختیار کرنے میں حق بجانب"

(انکشاف حقیقت صفحہ ۴ و ۵)

یہ مندرجہ بالا مطالبہ مستریوں کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ اور اسی کو فیصلہ کن بنایا جا کر ناواقفوں کو دھوکہ دینے کی کوشش جاری ہے۔ اور اس مطالبہ کی بناء پر حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے ایک حوالہ پر رکھی گئی ہے۔ جو آگے آتا ہے۔ اور اس پر اس قدر زور دیکر ناز کیا جاتا ہے۔ کہ جس سے آپ کی سخن فہمی کا خاتمہ ہو کر قرآن و شریعت سے عدم واقفیت اور مولویت کی پردہ دری بھی ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جناب نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کے خط متعلق مباہلہ کے جواب میں ایک خط لکھا۔ جو الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء کے صفحہ ۷ پر درج ہوا ہے۔ اس میں حضور نے فرمایا۔ کہ

حضرت اقدس کا حوالہ مباہلہ

"واضح رہے۔ کہ صرف دو صورت میں مباہلہ جائز ہے اوّل اس کافر کے ساتھ جو یہ دعویٰ رکھتا ہو۔ کہ مجھے یقیناً معلوم ہے۔ کہ اسلام حق نہیں۔

دوم۔ اس ظالم کے ساتھ جو ایک بیجا تہمت کسی پر لگا کر اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک مستورہ (پردہ نشین) کو کہتا ہے۔ کہ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے۔ یا مثلاً ایک شخص کو کہتا ہے۔ کہ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ یہ شراب خوار ہے۔ کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ سو اس حالت میں بھی مباہلہ جائز ہے کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ بلکہ ایک شخص اپنے یقین اور رویت پر بنا رکھ کر ایک مومن بھائی کو ذلت پہنچانا چاہتا ہے۔ جیسے مولوی اسمٰعیل صاحب نے کیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ یہ میرے ایک دوست کی چشم دید بات ہے۔ کہ مرزا غلام احمد پوشیدہ طور پر آلات نجوم اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور انہیں کے ذریعہ سے کچھ کچھ آیندہ کی خبریں معلوم کر کے لوگوں کو کہدیتا ہے۔ کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ سو مولوی اسمٰعیل صاحب نے کسی اجتہادی مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس عاجز کی دیانت اور صدق پر ایک تہمت لگائی تھی۔ جسکی اپنے ایک دوست کی رویت پر بنا رکھی تھی۔ غرض مباہلہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے۔ جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی وغیرہ قرار دیتے ہیں" (الحکم مذکور صے)

دوسرا حوالہ

پھر ایک اور جگہ حضرت اقدس عبد الحق غزنوی کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کہ :۔

"میاں عبد الحق صاحب اپنے دوسرے اشتہار میں اس عاجز کو یہ لکھتے ہیں کہ اگر مباہلہ مسلمانوں سے بوجہ اختلاف جزئیہ جائز نہیں۔ تو پھر تم نے مولوی اسمٰعیل سے کیوں مباہلہ کی درخواست کی۔ سو انہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ درخواست کسی جزئی اختلاف کی بناء پر نہیں۔ بلکہ اس افتراء کا جواب ہے۔ جو انہوں نے عمداً کیا۔ اور یہ کہا۔ کہ میرا ایک دوست جس کی بات پر مجھے بکلی اعتماد ہے۔ دو مہینے قادیان میں مرزا غلام احمد کے مکان پر رہ کر بچشم خود دیکھ آیا ہوں۔ کہ ان کے پاس آلات نجوم ہیں۔ اور انہیں کے ذریعہ سے وہ آئیندہ کی خبریں بتلاتے اور ان کا نام الہام رکھ لیتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس صورت کو جزئی اختلاف سے کیا تعلق ہے۔ بلکہ یہ تو اس قسم کی بات ہے۔ جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے۔ کہ میں نے اس کو بچشم خود زنا کرتے یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لئے مباہلہ کی درخواست نہ کرتا۔ تو اور کیا کرتا"

(تبلیغ رسالت جلد ۲ صے)

مستریوں کی تعلّی

ان دو نو حوالوں کو مستریوں نے بار بار اپنے اشتہارات میں نقل کر کے تعلّی کی ہے۔ کہ "کیا حضرت مسیح موعودؑ کے فیصلہ کی کوئی تاویل ممکن ہے۔ اور صریح الفاظ کو کسی طرح ہم پھیر بھی سکتے ہیں" (پہلا اشتہار صے)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ کہ "کیا مذکورہ بالا حوالہ جات کی موجودگی میں یہ عذر کیا جا سکتا ہے۔ کہ ایسا مباہلہ شریعت کے خلاف ہے۔ اوّل تو خلیفہ صاحب یا ان کے کسی مرید کا یہ حق نہیں۔ کہ بانی سلسلہ کے حکم یا فتویٰ سے انکار کر سکے۔ لیکن اگر اس انکار میں ہی بہتری خیال کی گئی ہے۔ تو یہی واجب ہے۔ کہ بہ دلائل یہ واضح ہو جائے کہ کیونکر یہ فتویٰ غلط ہے" (انکشاف حقیقت صے کالم ۲)

مستریوں اور ان کے حمائتیوں کی جہالت

ان دونوں حوالوں کی حقیقت بتانے سے پہلے اس امر کو واضح کرتا ہوں۔ کہ حضرت اقدس کے اس فتوے سے کیا ثابت ہوتا ہے اگر کوئی معمولی عقل کا بھی انسان ہو۔ تو وہ اس حماقت میں کبھی مبتلا نہ ہوگا۔ جس میں مستری اور اُن کے نشتری مبتلا ہیں۔ اور دانستہ دنیا کو اپنے جیسا بے وقوف سمجھ کر فریب دینا چاہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان حوالوں سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہیں۔

(۱) مباہلہ کا چیلنج دینے کا صرف اس شخص کو حق ہے۔ جس پر الزام لگایا جائے۔ نہ کہ الزام لگانے والوں کو۔ جیسا کہ مستورہ پر الزام لگانے والے ظالم کے ساتھ" مباہلہ کا عورت کو حق دیا گیا ہے۔

(۲) الزام لگانے والوں کو بھی اس صورت میں مباہلہ کی طرف بلایا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے لگائے ہوئے الزام کی بنا قطع اور یقین اور چشم دید رویت پر رکھتے ہوں۔ ورنہ نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی چشم دید رویت پر اعتماد کر کے اس دوسرے کی رویت کو بمنزلہ اپنی رویت کے سمجھ کر بغیر کسی شک و شبہ کے یقین کر لیتا ہے۔ اور اس بنا پر الزام لگاتا ہے۔ تو ایسے شخص کو بھی وہ شخص جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ مباہلہ کی طرف بُلا سکتا ہے۔ جیسا کہ مولوی اسمٰعیل والی مثال سے ظاہر ہے۔

(۴) لیکن اس قسم کا مباہلہ بھی اس شخص کے لئے جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ صرف جائز رکھا ہے۔ کہ اگر وہ چاہے۔ تو الزام دینے والے فریق سے مباہلہ کر سکتا ہے۔ نہ کہ اس پر فرض و واجب ہے۔ کہ وہ الزام لگانے والوں سے ضرور مباہلہ کرے۔

یہ امور بالصراحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ صدر حوالوں سے ثابت ہوتے ہیں۔ سوان کے مطابق ہم نے مستریوں کے مطالبہ مباہلہ کو دیکھنا ہے۔ کہ وہ کیا وقعت رکھتا ہے۔

پس بموجب امر اوّل مستریان کو تو قطعاً کوئی حق نہیں۔ کہ وہ اس معاملہ میں مباہلہ کا

چیلنج دیں۔ لہذا پہلے وہ یہ ثابت کریں۔ کہ قرآن و حدیث و فقہ کے کس حکم یا حضرت مسیح موعودؑ کے کس فتویٰ کی بناء پر ان کو مطالبہ کا حق ہے۔ جب تک کہ وہ شریعت کا کوئی حکم نہ بتائیں۔ ان کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ یہ کہیں۔ کہ "آپ کا فرض تھا۔ کہ اتنا بڑا اعتراض جو آپ کی ذات پر ہے۔ اس کو صاف کرنے کے لئے ہر وقت مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوتے"

(انکشاف حقیقت صفحہ ۹ کالم اوّل)

بموجب امر دوئم بحوالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام الزام لگانے والوں کو بھی اس صورت میں مباہلہ کی طرف بُلایا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے لگائے ہوئے الزام کی بناء قطع اور یقین اور چشم دید رویت پر رکھتے ہوں۔ ورنہ نہیں۔ لیکن مستریوں کے اپنے بیانات سے ثابت ہے۔ کہ ان کے الزاموں کی بنا کسی چشم دید رویت یا قطع و یقین پر نہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی تحریروں میں خود لکھتے ہیں۔ کہ "عرصہ دو سال کا ہوا۔ کہ ہم ان اعتراضات سے جو چودہ سال سے آپ کی ذات پر ہوتے رہے متاثر ہوئے"

(کھلی چٹھی محمد زاہد)

کیا یہ چودہ سالہ اعتراضات کسی چشم دید رویت پر یقین کر کے ہوتے رہے یا منافقین کی افواہوں پر مبنی تھے۔ جن کو آپ ان سے سنتے رہے۔ یا آپ نے اپنی آنکھوں سے ایسا دیکھا؟ پھر دوسری جگہ آپ لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ان الزامات کے خلاف مباہلہ ہو۔ جو جناب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں" (قادیان کے فتنہ کی حقیقت مشتہرہ مستری عبد الکریم) کیا اس کا نام بھی چشم دید رویت رکھا جا سکتا ہے؟ پھر تیسری جگہ لکھتے ہیں۔ کہ "امر واقعہ یہ ہے۔ کہ قادیان میں ایک کافی جماعت عرصہ دراز سے اس قسم کے سوالات کرنیوالی موجود ہے۔ اور وقتاً فوقتاً ایسے سوالات اٹھتے رہے ہیں۔ اب چند لوگوں نے ان سوالات کا حل کرنا چاہا۔ تا ایک ہی دفعہ تمام اعتراضات کا فیصلہ ہو جائے"

(انکشاف حقیقت مستری فضل کریم صلا)

وہ قادیان کی کافی جماعت "چشم دید شہادت اور رویت پر ایسے سوالات کرنیوالی زندہ موجود ہے۔ یا اس کا نام و نشان مٹ گیا۔ کہ اب مستریان نے ان کی قائمقامی میں ان سے

سُنے ہوئے اعتراضات کا مباہلہ سے فیصلہ کرنا چاہا۔ اور اس کا نام چشم دید رؤیت اور یقین وقطع رکھ لیا؟ اگر یہی بات ہے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ جات کی بناء پر کس عقل وعلم سے آپ مباہلہ کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ جبکہ آپکی قادیان والی گمنام و نشان کافی جماعت" کا کوئی وجود ہی دنیا میں موجود نہیں؟ اب سب اقراروں کے علاوہ اس امر کا بدیہی ثبوت کہ مستریوں کے پاس ایسے الزامات کا کوئی شرعی اور قانونی چشم دید رؤیت کا ثبوت ذرہ بھر بھی نہیں۔ بلکہ یہ محض انتقامی جذبہ کے بخارات کا نتیجہ ہے۔ اور بنائی ہوئی باتیں جن پر خود ان کو یقین نہیں۔ مستریوں کا وہ حلفی بیان ہے۔ جو انہوں نے عدالت میں دیا ہے۔ کہ

ہم نے ایسی باتیں سنیں۔ جن سے ان کے متعلق ہمیں شک وشبہ ہوا۔

کہو مستریو! اسی برتے پر مباہلہ مباہلہ پکارے جاتے ہو۔ اور بے شرم ہو کر لکھتے ہو۔ کہ "آپ تمام لوگوں سے جو الزامات پر یقین کامل رکھتے ہیں مباہلہ کریں"

(انکشاف حقیقت صلا کالم ۳)

کیا یقین کامل رکھنے والے یہی لوگ ہیں۔ جو عدالت میں بیان دیتے ہیں۔ کہ سُنی سنائی باتوں سے حضرت میاں صاحب کے متعلق ہمیں شک وشبہ ہوا۔ اور ایسے شک وشبہ پر الزام دینے والوں کے متعلق ہی حضرت مسیح موعودؑ کے وہ حوالے نقل کر کے پھولے نہیں سماتے ہو۔ جن میں لکھا ہے" کہ ان الزام دینے والوں سے مباہلہ ہو سکتا ہے۔ جن کے الزاموں کی بناء قطع ویقین اور چشم دید رؤیت پر ہو" افسوس تمہاری دیانت پر اور حیف ہے تمہاری عقل پر۔ دیکھو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے جس خط کو تم ظاہر نہیں کرتے۔ اور بار بار یہی کہتے ہو۔ کہ ہمارے کسی خط کا جواب نہ دیا۔ اور جو جواب دیا ہے۔ وہ صرف اتنا ہی ہے۔ کہ "ایسا مباہلہ شریعت کے بالکل خلاف ہوگا" (انکشاف حقیقت سٹ کالم ۳) گویا اس ۱۶ صفحہ کے خط میں یہ دو حرف لکھکر آپ کو بھیجے تھے۔ حالانکہ بابو عبدالحمید صاحب کے جواب میں جو مفصل خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے لکھا تھا۔ اس میں نہایت وضاحت کے ساتھ ان باتوں کا جواب دیا تھا۔ جو بابو صاحب مذکور نے پیش کی تھیں۔ اور سُنی سنائی باتوں پر الزام لگانے والوں کے

متعلق لکھا کہ

"آپ کو پہلے یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ الزام لگانے والے کن اخلاق کے آدمی ہیں۔ کسی آدمی کا کوئی ایک دعویٰ نہیں دیکھا جاتا۔ بلکہ اس کی عام اخلاقی اور دماغی حالت دیکھی جاتی ہے۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی پر الزام لگانے والے کے متعلق بھی ہمارا پہلا فرض یہ ہوتا ہے۔ کہ دیکھیں۔ کہ آیا وہ گواہ عادل ہیں یا نہیں۔ اگر وہ راستباز نہ ہوں۔ یا ان کی دماغی کیفیت قابل تسلی نہ ہو۔ تو ان کی گواہی کسی صورت میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ کیا کوئی دیانتداری سے یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ جو مجھ پر اعتراض کرنے والے ہیں۔ اپنی اخلاقی یا دماغی حالت میں قابل تسلی ہیں۔ کیا اسلام کا وہ شریعت کی پابندی راستبازی کا وہ اعلیٰ معیار جو شہادت کے لئے ضروری ہے۔ ان میں پایا جاتا ہے۔ کیا ان کے بیانات مختلف لوگوں کے پاس مختلف نہیں ہیں۔ کیا وہ خود اپنے کئی جھوٹوں کے معترف نہیں۔ کیا ان کے دوست اور واقف ان کی نسبت یہ شہادت نہیں دیتے۔ کہ انہیں جھوٹ بولنے سے عار نہیں ہے کیا وہ اپنی نسبت دلیری سے کئی قسم کے عیوب بیان نہیں کرتے؟ اگر یہ درست ہے۔ تو جو شخص اپنے جرموں کو کھلم کھلا اعلان بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ اس کے دوسروں پر الزام لگانے کو کون عقلمند تسلیم کرے گا۔ اس کا اپنے جرم کا اقرار کر لینا یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ وہ بڑا نیک ہے۔ کیونکہ شریعت تو گناہ کو ظاہر کرنے سے روکتی ہے۔ جب تک قاضی کے سامنے شہادت کے موقعہ پر اس کا بیان کرنا از روئے شریعت ضروری نہ ہو۔ پس جو شخص بلاوجہ اپنی نسبت بدکاریاں اور عیوب منسوب کرتا ہے۔ اس کو تو شریعت شاہد عادل ہی قرار نہیں دیتی"

او مستریو! تم اپنی حالتوں پر غور کرو۔ اور سوچو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہے۔ جو اوپر بیان ہوئی۔ اور جو سنی سنائی باتوں سے شک وشبہ میں گرفتار ہونا عدالت میں تسلیم کر چکے ہوں کیا وہ بھی یہ حق رکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ پر بنیاد رکھ کر کسی مباہلہ کا مطالبہ کریں۔ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کے بیان کردہ شرائط مباہلہ میں سے ایک شرط بھی یہاں موجود نہیں۔ نہ یقین ہے۔ نہ رؤیت پر بنا ہے۔ نہ کوئی شاہد عادل ہے۔ جس کی بناء پر اس شخص کو جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ مباہلہ کرنا حضرت مسیح موعودؑ کے فتویٰ کی رُو سے شرعاً جائز ہو۔

تیسرا امر جو حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے۔ کہ کسی دوسرے کی چشم دید رویت کو بنا (یعنی رویت) کے قرار دینے والے سے بھی وہ شخص جس پر الزام لگایا گیا ہے مباہلہ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ مولوی اسمٰعیل والی مثال سے ظاہر ہے ۔:

سو اس کے مطابق بھی ستریوں کا حق نہیں۔ کہ وہ مباہلہ کا مطالبہ کریں۔ کیونکہ اس کے رو سے بھی مباہلہ کا حق اسی شخص کو ہے۔ جس پر الزام لگایا جائے۔ نہ کہ ستریوں کو جو سنی سنائی باتوں پر شک و شبہ کرتے ہیں۔ دوم ہم نے جہاں تک ان کی تحریروں کو پڑھا۔ ان میں کسی ایک جگہ بھی لکھا نہیں دیکھا۔ کہ فلاں شخص کی چشم دید رویت پر ستریوں نے یقین حاصل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ خود ان کے اپنے تراشیدہ الزامات ہیں۔ اس لئے یہ کسی کا نام بتا سکتے ہی نہیں۔ کہ فلاں شخص کی چشم دید گواہی پر انہوں نے یہ مطالبہ کیا ہے۔ ورنہ عدالت میں یہ نہ کہتے۔ کہ ہمیں سنی سنائی باتوں سے ان کے متعلق شک و شبہ ہوا۔ صاف کھول کر کہیوں اس چشم دید رویت والے گواہ کو پیش نہیں کرتے۔ اور کیوں اس کا نام نہیں بتاتے۔ یا خدا کے اس وعید سے ڈر جاتے۔ جو ان بعض الظن اثم میں فرمایا گیا ہے ۔:

مولوی اسمٰعیل والی مثال نے اس امر کو نہایت واضح کر دیا ہے۔ کہ اسمٰعیل نے حضرت مسیح موعودؑ پر یہ الزام لگایا۔ کہ وہ آلات نجوم سے کام لے کر آئندہ کی خبریں بتلاتے ہیں۔ اور فریب سے ان کا نام الہام رکھتے ہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو مباہلہ کے لئے بلایا۔ نہ کہ اسمٰعیل نے کوئی مباہلہ کا مطالبہ اپنے دوست کی چشم دید گواہی پر اعتماد کر کے حضرت صاحب سے کیا۔ خلاف اس کے حضرت خلیفۃ المسیح پر ستریوں نے جو کچھ بھی الزام لگایا۔ وہ کسی دوسرے کی رویت پر بنا رکھ کر نہیں لگایا۔ بلکہ اپنا ہی تراشیدہ الزام ہے ۔:

چوتھا امر جو حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ اس قسم کا مباہلہ کرنا بھی جن کی مثالیں حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ جات میں ہیں۔ صرف اس شخص کے لئے جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ جائز ہے۔ نہ کہ فرض و واجب۔ سو اس بناء پر بھی ستریوں کو کوئی حق نہیں۔ کہ مباہلہ کا مطالبہ کریں۔ یہ اسی کے لئے جائز ہے۔ جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ اگر اس کے مناسب حال ہو۔ تو کرے۔ اور اگر خلاف شان ہو تو نہ کرے۔ بلکہ جو شرعی طریق ایسے

الزامات کا بتایا گیا ہے۔ اس کو استعمال کرے (اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے بوجوہات شرعی جن کا ذکر وہ اپنے مکتوب اسمی بابو عبد الحمید میں فرما چکے ہیں۔ اور میں بھی ان کو نقل کروں گا) ستریوں کے مطالبہ مباہلہ کو خلاف شریعت قرار دیا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے حوالوں سے یہ امر تو بے شک ثابت ہو گیا۔ کہ مباہلہ کے مطالبہ کا الزام دینے والوں کو کوئی حق نہیں۔ جس پر الزام لگایا گیا ہے۔ اسی کو حق ہے۔ کہ وہ الزام دہندگان سے مباہلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ جب تک الزام کی بناء کسی عینی شہادت اور چشم دید رویت پر نہ ہو۔ مباہلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ستریوں کے پاس کوئی رویت کی یقینی چشم دید شہادت نہیں۔ صرف سنی سنائی باتوں سے وہ شک و شبہ میں پڑ گئے ہیں۔ لیکن اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ ہی مباہلہ کا چیلنج فریق ثانی کو دیکر فیصلہ کر لیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس شخص کے لئے جس پر الزام لگایا جائے مباہلہ کرنا جائز رکھا ہے۔ تو اس میں کیا حرج ہے؟

فاما الجواب

بے شک حرج و معصیت ہے۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ ستریوں کے مطالبہ کو منظور فرمالیں۔ تو بوجوہات ذیل نہ صرف حرج ہے۔ بلکہ گناہ ہے۔

اوّل ۔ ستریوں کا مباہلہ شریعت اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہے۔ کیونکہ مسیح موعودؑ کے فتویٰ کا ماخذ قرآن مجید کا وہ صریح حکم لعان ہے۔ جو سورۃ نور کی آیت والّذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم الاٰیۃ میں مذکور ہے۔ اگر یہ فتویٰ اس حکم سے مستنبط نہیں۔ تو بتاؤ۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن مجید کی کس آیت سے اس کو نکالا ہے۔ اور اگر اس آیت لعان سے ماخوذ نہیں۔ پھر تو قرآن مجید کی دوسری آیت کے جو اسی سورۃ نور میں والّذین یرمون المحصنٰت ہے۔ صریح خلاف ہو جاتا ہے۔ پس یا تو اس فتوے کو سورۃ نور کی اوّل الذکر آیت سے ماخوذ مانو۔ یا اس کا قرآن و حدیث

کوئی ماخذ بتاؤ۔ ورنہ آیت ثانی الذکر کے خلاف قرار دینا پڑے گا۔ غرض کسی شق کو اختیار کرو۔ مستریوں کا مطالبہ ہر صورت میں خلاف شریعت ہوگا۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح کس طرح ایک خلاف شریعت امر کو قبول کرسکتے ہیں ؛

دوم۔ مستریوں کا مطالبہ قرآن مجید کے اس صریح حکم کے خلاف ہے۔ جو سورۂ نور کی آیت والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ الآیۃ میں بتایا گیا ہے۔ کہ جو لوگ نیک مرد اور نیک عورتوں پر گندے الزام لگاتے ہیں۔ ان سے چار رویت کے گواہ طلب کرو۔ پھر اگر وہ ایسے گواہ نہ پیش کریں۔ تو ان کو اسّی کوڑے مارو۔ اور آئندہ ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو (لفظ محصنٰت میں مرد و عورت دونوں داخل ہیں) اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح مستریوں کے مطالبہ پر مباہلہ کردیں۔ تو اس آیت کے خلاف عمل کرنے والے ہوں گے۔ دیکھو اسلامی حکومت میں اگر یہ مستری ایسا گندہ الزام لگاتے تو ان کو خلاف شریعت مباہلہ کے مطالبہ کی اجازت دی جاتی۔ یا ان سے حسب ارشاد باری چار چشم دید گواہ طلب کئے جاتے۔ اور بصورت نہ پیش کرنے کے ان کی پشت مار سے لال کی جاتی۔ یہی تو اس میں بھید ہے۔ کہ یہ دلیری سے ایسی باتیں تراشتے ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ ہمیں کس نے پوچھنا ہے۔ اور یہ خیال اُن کا صحیح ہے۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بوجہ اپنے نازک منصب خلافت کے ان کی ہتک آمیز باتوں کا جواب نہیں دے سکتے اگر وہ ایسی ہی باتیں کسی معمولی آدمی کے حق میں کہیں۔ تو وہ اُن کو عدالت میں گھسیٹ کر مزا چکھادے۔ اس لئے وہ کسی دوسرے کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ وہ کہکر دیکھ لیں کہ سرکاری مہمان خانہ میں پہنچ جاتے ہیں یا نہیں۔ چونکہ خلافت کے مرتبہ اور اس کی حفاظت کی وجہ سے خلیفہ کے ہاتھ بند ہیں۔ اور وہ اس طرح اپنی عزت کی حفاظت نہیں کرسکتے جس طرح کہ ایک عام آدمی اپنی عزت کی حفاظت کرلیتا ہے۔ پس ان کی اس پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے ؛

سوئم۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اگر مباہلہ کریں۔ تو کس بناء پر کریں۔ اور کس سے کریں۔ بالمقابل کون سی جماعت یا گروہ یا لوگ ہیں۔ جن سے مباہلہ کیا جائے۔ اور وہ کونسا

الزام ہے۔ جس پر مباہلہ کیا جائے۔ مباہلہ کے لئے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں ؛

شرائط مباہلہ

(۱) مسنون طریق مباہلہ کا یہ ہے۔ کہ جو شخص مباہلہ کی درخواست کرے۔ اس کے دعویٰ کی بناء ایسے یقین پر ہو۔ جس یقین کی وجہ سے وہ اپنے فریق مقابل کو قطعی طور پر مفتری اور کاذب خیال کرے۔ اور اس یقین کا اس کی طرف سے بصراحت اظہار چاہیئے۔ کہ میں اس شخص کو مفتری جانتا ہوں۔ نہ صرف ظن اور شک کے طور سے بلکہ کامل یقین سے۔

(۲) مباہلہ میں دونوں فریق ایسے چاہئیں۔ کہ درحقیقت یقینی طور پر ایک دوسرے کو مفتری کہیں۔ اور وہ حسن ظن جو مومن پر ہوتا ہے۔ ایک ذرہ ان کے درمیان موجود نہ ہو۔ جب تک یہ تمام شرائط پائی نہ جائیں۔ تو حسب الشرع مباہلہ ہرگز درست نہیں۔ قرآن کریم کے منشاء کے خلاف اگر مباہلہ ہو۔ تو ایمانی مباہلہ ہرگز نہیں۔ اتفاقی مباہلہ ہو تو ہو (بغیر ان شرائط کے) اگر مباہلہ ہوگا۔ تو ہرگز کوئی ثمرہ مترتب نہیں ہوگا۔ اور ناحق غیر مذاہب والے ہنسی کریں گے۔" (مسیح موعود تبلیغ رسالت جلد ۲ ص ۳)

(۳) مباہلہ اس وقت جائز ہوگا۔ جب فریق مخالف یہ اشتہار دیں۔ کہ ہم اس شخص کو یقین کامل سے مفتری جانتے ہیں۔ اور ہم اثبات کے محتاج نہیں۔ کہ یہ کہیں۔ کہ امر متنازعہ کی اصل حقیقت خدا تعالےٰ جانتا ہے۔ بلکہ یقیناً اس کی سب اصل حقیقت ہمیں معلوم ہوچکی ہے ؛

(۴) یہ تو ظاہر ہے۔ کہ جو شخص آپ ہی یقین نہیں کرتا۔ وہ مباہلہ کس بناء پر کرنا چاہتا ہے۔ مباہل کا منصب یہ ہے۔ کہ اپنے دعویٰ پر یقین ظاہر کرے۔ ظن اور شبہ پر بنا نہ ہو۔ مباہل کو یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جو کچھ اس امر کے بارے میں خدا تعالےٰ کو معلوم ہے۔ وہی مجھ کو یقینی طور پر معلوم ہوچکا ہے۔ تب مباہلہ کی بنیاد پیدا ہوتی ہے۔

(۵) درخواست کنندہ مباہلہ یہ کہے۔ کہ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ یہ شخص کاذب اور مفتری ہے۔ اور اس یقین میں شک و شبہ کو راہ نہیں۔ بلکہ رویت کی طرح قطعی ہے۔ ایسا ہی مجھے اس بات پر بھی یقین ہے۔ کہ جو کچھ میں نے سمجھا ہے۔ وہ ایسا شک و شبہ سے منزہ ہے۔ کہ جیسے رویت

تب اس کے بعد مباہلہ شروع ہو۔ (الحکم ۲۴ / مارچ ۱۹۰۳ء)

اب بتاؤ۔ کہ ان شرائط بالا میں سے جو حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں دونوں حوالوں میں پیش کردہ ستریان میں موجود ہیں۔ کوئی بھی شرط ستریوں کے مطالبہ مباہلہ میں پائی جاتی ہے؟ کیا ستریوں کے مطالبہ مباہلہ کی بناء یقین پر ہے۔ اور اس یقین کا حسب شرائط بالا انہوں نے اظہار کیا ہے۔ یا عدالتوں میں حلفیہ بیان دیا ہے۔ کہ "خلیفہ صاحب کے متعلق ہم کو ذاتی شکوک تھے۔ ان شکوک کی وجہ سے باہمی ناچاقی ہوئی" (بیان محمد زاہد مورخہ ۱۴ فروری ۲۸ء بعدالت شمالی) پھر ۱۴ نومبر ۲۷ء کو بعدالت بھنڈاری صاحب مجسٹریٹ درجہ اوّل محمد زاہد نے یہ بیان دیا۔ کہ "عرصہ ڈیڑھ سال سے مظہر ایسی باتیں سنتا رہا ہے۔ جس سے مرزا محمود احمد صاحب کے متعلق شبہ ہوا ہے۔ میں نے شبہ نکالنا چاہا تھا۔ کہ درست ہے یا نہیں" پھر اسی عدالت بھنڈاری صاحب میں بمقدمہ ۳۷/۲۲ یہ بیان دیا۔ کہ "ہم کو ان کے متعلق شکوک ہیں" پھر ستری عبدالکریم برادر زاہد "قادیان کے فتنہ کی حقیقت" میں لکھتا ہے۔ کہ "ہم کو بعض واقعات کے معلوم ہونے پر میاں صاحب سے عقیدت کم ہوگئی۔ اگر ہم اپنی تسلی نہ کرینگے۔ تو یقیناً تمام عقیدت جاتی رہے گی" جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی عقیدت میں صرف کمی ہوئی ہے بالکل نہیں جاتی رہی۔ اگر ان کو ان الزامات پر یقین کامل ہوتا۔ تو کیا معلوم ہوتے ہی تمام عقیدت نہ جاتی رہتی۔ مگر ابھی تک ہے محبت کی اس میں بُو باقی۔ عقیدت ہے مگر کم۔ اور مباہلہ کے لئے یہ شرط ہے۔ کہ حسن ظن کا ایک ذرّہ باقی نہ ہو۔ ظن اور شک کا نام تک نہ رہے۔ شک و شبہ سے منزّہ ایسا یقین ہو۔ جیسے آنکھوں دیکھی بات پر قطعی یقین ہوتا ہے۔ تب مباہلہ ہو سکتا ہے۔ اور ستریوں کے دل میں سوائے شکوک اور شبہات اور کچی عقیدت کے وہ یقین جو مباہلہ کے لئے لازمی شرط ہے۔ قطعاً نہیں۔ پھر ایسے مشکوک اور مشتبہ شخصوں سے کس حکم شریعت کے ماتحت مباہلہ کیا جائے۔ اور کس سے کیا جائے۔ آیا محمد زاہد سے جو یہ بیان کرتا ہے۔ کہ "میں نے ایسی باتیں خلیفہ صاحب کے متعلق سنیں۔ جن سے شبہ ہوا میں نے شبہ نکالنا چاہا تھا" وہ لوگ جو محمد زاہد کو جانتے ہیں۔ خواہ وہ اس کا باپ ہو یا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار یا دوست یا واقف خواہ پیغامی ہو یا بندۂ خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہہ سکتے

ہیں۔ کہ زاہد جیسے چال چلن کے لڑکے سے مباہلہ کیا جائے۔ جس کے متعلق خود مرزا عبدالحق صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی وکیل گورداسپور بہنوئی زاہد و عبدالکریم اور داماد ستری فضل کریم اور شوہر سکینہ دختر فضل کریم نے عدالت میں یہ حلفیہ بیان دیا۔ کہ "میں نے زاہد کو اپنے مکان پر آنے سے منع کر دیا ہوا ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک اس کا چال چلن خراب ہے" یا عبدالکریم برادر زاہد کے ساتھ مباہلہ کیا جائے۔ جو اپنے پہلے اشتہار میں لکھتا ہے۔ کہ ہم نے مباہلہ کا مطالبہ اس نیّت سے کیا تھا۔ کہ اگر وہ شکوک درست ہیں۔ جو میاں صاحب کے متعلق ظاہر کئے جاتے ہیں۔ تو یہ معاملہ صاف ہو جائے" یا ستری فضل کریم سے مباہلہ کیا جائے۔ جو یہ لکھتا ہے۔ کہ "شملہ میں چند لوگوں نے جن کا نام دیتا نہیں۔ خلیفہ صاحب سے مباہلہ کے ذریعہ سوالات کو حل کرنا چاہا تھا۔ مگر آپ نے مباہلہ سے انکار کر دیا۔ سو یہ بڑے میاں تو صرف زاہد اور عبدالکریم اپنے بیٹوں کے جھوٹی بردار ہیں۔ نہ الزام لگانے والوں میں نہ درخواست مباہلہ کرنے والوں میں سے۔ صرف محمد زاہد موٹر ڈرائیور ہی رہ جاتا ہے۔ اور وہ جس حیثیت اور جس چال چلن کا لونڈا ہے اس کو جاننے والے خوب جانتے ہیں۔ لہٰذا جب کہ نہ الزام کا پتہ نہ مباہلہ کرنے والوں کا نام و نشان۔ نہ قطع و یقین و رویت کا اقرار۔ ایسی صورت میں حضرت خلیفۃ المسیح کس حکم شرعی یا آیت قرآنی یا حدیث نبوی یا ارشاد مسیح موعودؑ کے ماتحت اس مباہلہ کے مطالبہ کو منظور کریں۔ یا احکامات قرآنی اور شریعت اسلامی کے خلاف خود مباہلہ پر آمادہ ہو کر ایک نئی شریعت بنائیں؟

چہارم۔ کیا قبل ازیں۔ اسلام میں ایسے واقعات نہیں پیش آئے؟ اگر آئے ہیں۔ اور ضرور پیش آئے ہیں۔ کیونکہ یہ صرف آج ہی کوئی طرفہ بات نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمیشہ مقدسین پر کسی نے غلط فہمی سے کسی نے عداوت و بغض سے۔ کسی نے منافقت سے کسی نے حسد و کینہ سے وہ وہ الزام لگائے ہیں۔ جن کو مسلمان سن کر حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔ اور ایسے واقعات کا ذکر قرآن و حدیث و کتب اسلامیہ میں بالتصریح موجود ہے۔ لیکن مباہلہ کے مطالبہ کی کسی کو ضرورت نہ پڑی۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام حضرت

عائشہ صدیقہ رضؓ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے واقعات موجود ہیں۔

حضرت یوسف پر الزام

کیا زلیخا عزیز مصر کی بیوی نے جس کی شخصیت ستریوں کے خاندان سے بدرجہا بالا تھی۔ اور جس کو اپنی حرمت کا ان موٹر ڈرائیوروں اور مشین بیوباں بنانے والوں سے بہت زیادہ پاس ہو سکتا ہے۔ یوسف علیہ السلام پر اپنی ذات کی نسبت الزام نہیں لگایا۔ مگر دیکھو کہ یوسفؑ نے یہ نہیں کیا۔ کہ زلیخا سے مباہلہ کرتے۔ نہ زلیخا نے ہی مباہلہ کا مطالبہ کیا۔ بلکہ حضرت یوسفؑ نے دلائل کو پیش کیا۔ شہادت کو طلب کیا۔ کہ ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیھن۔ ان ربی بکیدھن علیم۔ ان عورتوں سے پوچھو۔ جو مجھے بدنام کرنے والی تھیں۔ کیا وہ میرے جرم کی شہادت دیتی ہیں۔ ستریوں کے اصول پر تو ان کو مباہلہ کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن انہوں نے جیل خانہ میں جانا قبول کیا۔ مگر مباہلہ یا مباہلہ جیسے کسی طریق سے اپنی بریت نہ چاہی۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کا یوسف ثانی اور خدا کا محمود کس طرح اُس طریق پر کاربند ہو۔ جو یوسفؑ اوّل نے بھی نہ کیا۔

اِفک بر عائشہؓ

پنجم۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگا۔ لگانے والے کون تھے منکہ صحابہ میں سے ایک جماعت جن میں سے مقدم اور پیشرو عبداللہؓ بن ابی بن سلول منافقوں کا سردار تھا۔ دوسرا مسطحؓ بن اثاثہ صحابی اہل بدر سے۔ تیسرا حسانؓ بن ثابت مشہور صحابی۔ چوتھی ام المومنین زینبؓ کی ہمشیرہ حمنہ تھی۔ ایک طرف تو ان کو دیکھو کہ سوائے ایک منافق کے سب مومن اور باوقار معزز صحابی ہیں۔ دوسری طرف زاہد اور عبد الکریم کی دینی و دنیوی حالت پر نظر ڈالو۔ اور بتاؤ۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ پر الزام لگانے والوں اور مشین بیوباں کے ستریوں میں کتنا فرق ہے۔ اور پھر بتاؤ۔ کہ صدیقہ رضؓ نے تو ایسے معزز صحابہ سے جو مومن تھے۔ اور باوقار بھی مباہلہ نہ کیا نہ موکد بعذاب حلف اٹھائی۔

مگر ان ستریوں سے جو صحابی نہ صحابہ جیسے باوقار حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مباہلہ کریں۔ سنو حضرت صدیقہ رضؓ فخر عرب و عجم صاحب لولاک کی حرم محترمہ اس الزام کے متعلق کیا کرتی ہیں۔ اس الزام کو سن کر بیمار ہو جاتی ہیں۔ رات دن روتی ہیں۔ اپنی پاک دامنی پر قطعی اور کامل یقین ہے۔ الزام کو یقینی افترا اور جھوٹ سمجھتی ہیں۔ مگر مباہلہ کرنے نہیں کہتیں۔ نہ کوئی حلف موکد بعذاب اٹھاتی ہیں۔ نہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی ان کو مباہلہ کرنے کو فرماتے ہیں۔ نہ فریق الزام دہندہ کی طرف سے مباہلہ کا مطالبہ ہوتا ہے۔ بلکہ آنحضرت صلعم پوچھتے ہیں۔ کہ اے عائشہ رضؓ میں نے ایسا ایسا سنا ہے۔ اگر تجھ سے گناہ ہو گیا ہے۔ تو توبہ کر اور اللہ سے معافی مانگ وہ توبہ کو منظور کر لیتا ہے۔ اور اگر تو اس سے بری ہے۔ تو اللہ تجھے بچائے گا۔ یہ موقعہ تھا کہ صدیقہ رضؓ حلف موکد بعذاب اٹھائیں یا مباہلہ کریں۔ مگر وہ کچھ نہیں کرتیں۔ اور آپ یہ جواب دیتی ہیں۔ کہ۔ اگر میں کہوں۔ کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اور اللہ جانتا ہے۔ کہ میں سچی ہوں۔ تو یہ میرا کہنا تمہارے نزدیک مجھے کارآمد نہیں ہے۔ تم نے اس بات کا چرچا کیا۔ اور تمہارے دلوں میں یہ بات رچ گئی۔ اور اگر میں کہوں۔ کہ میں نے یہ کام کیا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے۔ کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ تو تم کہو گے اس نے اقرار کر لیا ہے۔ سو میں یعقوبؑ یوسفؑ کے باپ کی طرح یہی کہتی ہوں فصبر جمیل واللہ المستعان علےٰ ما تصفون۔ صبر ہی کرتی ہوں۔ اور اللہ ہی مددگار ہے۔ اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔ آخر خدا تعالےٰ کی طرف سے صدیقہ رضؓ کی بریت ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلعم پھر ان الزام دینے والوں میں سے حضرت حسان۔ مسطحؓ۔ حمنہ کو حد لگاتے ہیں۔ جو آج اگر اسلامی حکومت ہوتی۔ تو یہی حال ستریوں کا بھی ہوتا۔

اب جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور بغض۔ حسد و کینہ و تعصب میں مبتلا نہیں۔ وہ ذرا افک بر عائشہ رضؓ اور افک بر خلیفہ رضؓ کا فرق بتائیں۔ کہ دونوں میں سے کونسا واقعہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کا ایسے بہتانوں کے متعلق جو ارشاد ہے۔ اس کو دیکھیں۔ پھر اپنے دلوں میں انصاف کریں۔ کہ افک محمود رضؓ کے متعلق ان کا کیا فرض ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

ان الذین جاءو بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم لکل امرئ منھم ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم ۔

یعنے جن شخصوں نے یہ بہتان لگایا ہے۔ وہ تم میں سے ہی کچھ لوگ ہیں۔ (کوئی آریہ۔ عیسائی۔ یہودی۔ یا دہریہ نہیں۔ بلکہ اسلام کے ہی دعویدار ہیں۔) تم اس کو برا نہ سمجھو۔ بلکہ اس میں تمہاری بہتری تھی۔ کہ دوست و دشمن۔ منافق و مومن کا پتہ لگ گیا۔ یاد رکھو۔ ان سب بہتان لگانے والوں کو حصہ رسدی گناہ کا بدلہ ملے گا۔ اور جس (عبداللہ بن ابی سلول) نے اس میں بڑا حصہ لیا ہے۔ اس کو سب سے زیادہ عذاب ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ مومنوں کو تنبیہ کرتا ہے۔ کہ لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیرا وقالوا ھذا افک مبین۔ کیوں نہ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں نے سنتے ہی اپنے بھائی بہنوں کی نسبت نیک گمان کیا۔ اور یہ کیوں نہ کہدیا۔ کہ "ھذا افک مبین" یہ تو صریح تہمت ہے پھر آگے الزام دینے والوں پر اس طرح غصہ کا اظہار فرماتا ہے۔ کہ لولا جاءو علیہ باربعۃ شھداء اگر یہ افتراء پرداز سچے تھے۔ تو کیوں نہ انہوں نے چار گواہ پیش کئے (دیکھو یہ نہیں فرمایا۔ کہ کیوں نہ انہوں نے مباہلہ یا حلف مؤکد بعذاب کا مطالبہ کیا۔ بلکہ چار گواہ رویت کے پیش کرنا ان کا فرض بتایا ہے) اور جب چار گواہ نہ پیش کر سکے۔ تو ان کو ہی کاذب قرار دیا۔ اور فرمایا۔ کہ فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون۔ گواہ نہ پیش کرنے سے وہ خدا کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ آگے اپنے فضل و رحم کا جو جماعت مومنین (اور جماعت احمدیہ) پر ہے اس طرح ذکر فرما کر کہ اگر خدا کی عنایت و مہربانی دین و دنیا میں تم پر نہ ہوتی۔ تو اس بہتان کے چرچا کرنے کا تم کو سخت عذاب ہوتا۔ جب تم اپنے منہ سے وہ بات نکال رہے تھے۔ جس کا تم کو علم نہ تھا (چہ جائیکہ مباہلہ اور حلف کا بھی مطالبہ کرنے لگ گئے۔) وتحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم۔ اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے ہو حالانکہ خدا کے نزدیک یہ تمہاری جرأت بڑی گستاخی ہے پھر دوبارہ مومنوں کو تنبیہ ہوتی ہے۔ کہ ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا۔ کیوں تم نے سننے کے ساتھ ہی یہ کہا۔ کہ ہم کو ایسی ناروا بات منہ سے بھی نہیں نکالنی چاہئیے۔ اور کیوں نہ اس بیہودہ بات کو سنتے ہی

تم نے کہدیا کہ: سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ یہ تو بڑا بہتان ہے۔ آگے آئندہ کے لئے خدا تعالےٰ نصیحت فرماتا ہے۔ کہ یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین۔ اگر تم مومن ہو۔ تو پھر کبھی بھی ایسی بات منہ سے نہ نکالنا۔ پھر جو لوگ ایسی افتراء پردازیاں کرتے ہیں۔ ان کو وعید سے ڈرایا ہے۔ کہ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کہ فحش باتیں مومنوں میں پھیلا کر ایک فتنہ پیدا کریں۔ ان کو دردناک عذاب دنیا و آخرت میں ہوگا (ربنا لا تجعلنا منھم واجعلنا من المومنین آمین!)

ایک خدا سے ڈرنے والا دل جب اس ارشاد باری کو جو سورۃ نور سے ایسے بہتانوں کے متعلق نقل کیا گیا ہے۔ بنظر تدبر غور کرے گا۔ تو اس کو نادری فتنہ کے متعلق جو فتنہ مستریاں سے مشہور ہے۔ بجز یہ کہنے کے کہ "ھذا بہتان عظیم" "ھذا افک مبین" کوئی دوسرا خیال ہی دل پر نہ آئے گا۔ اور وہ لوگ جو اس بہتان کے محرک اور ان کے آلۂ کار ہیں۔ اگر وہ عذاب الٰہی سے بچنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو سوچ لیں۔ کہ ایسے افتراء کی موجودگی میں جب کہ عائشہ صدیقہؓ نے کوئی حلف یا مباہلہ کی درخواست نہیں کی۔ نہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے صدیقہؓ کو مباہلہ یا حلف کے واسطے فرمایا۔ نہ الزام دہندگان کی طرف سے مباہلہ یا حلف کا مطالبہ ہوا۔ بلکہ خدائی حکم کے مطابق چار گواہوں کا پیش کرنا الزام دہندگان کا فرض قرار دیا گیا۔ اور بصورت نہ پیش کرنے چار گواہوں کے الزام دہندگان کو عند اللہ اور عند الناس کاذب سمجھا گیا۔ اور پھر ان کو سزا تازیانہ دی گئی۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کس طرح مستریوں کے مطالبہ مباہلہ و حلف کو جو خلاف قرآن و شریعت ہے منظور کر کے حدود اللہ سے متجاوز کر کے اپنے منصب خلافت کی توہین کریں ۔

موسےٰؑ اور آنحضرتؐ پر منافقوں کے الزام

نمبر ششم۔ مولوی محمد علی امیر پیغامیاں لاہور اپنی اردو تفسیر کے صفحہ ۷۱۰ میں لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی منافقوں نے گندے الزام لگائے۔ اور خدا نے آپ کو ہر الزام

سے بری فرمایا۔ چنانچہ مولوی صاحب کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ " ایسی جھوٹے قصّوں کی تشہیر کرنے والوں کے متعلق سورہ (احزاب) کے آخری رکوع میں یہ لفظ آتے ہیں۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تکونوا کالذین اٰذوا موسٰے فبرّاہ اللّٰہ مما قالوا یہاں صاف بتا دیا۔ کہ نبی کریم صلعم حضرت موسیٰؑ کی طرح ان تمام باتوں سے بری ہیں۔ اور مسلمانوں کو خطاب کر کے یہ بھی سمجھا دیا۔ کہ غلطی سے ایسی باتیں خود مسلمانوں کے منہ سے نکل گئی تھیں"

" اور بعض روایات میں ہے۔ کہ آپؐ پر نعوذ باللہ زنا کا الزام لگایا گیا تھا۔ اور اس آخری روایت کے مطابق بائبل میں ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کی بہن نے ان پر ان کی کوشی بی بی کے متعلق کچھ الزام لگایا تھا۔ اور اس آیت کے شان نزول میں لکھا ہے۔ کہ یہ زینبؓ کے نکاح کے قصّہ میں نازل ہوئی۔ تو یہ بات بھی بائبل کے بیان کی مؤید ہے۔ اور حق بھی یہی ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کا ذکر یہاں قطعاً مقصود نہیں۔ بلکہ بتانا یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلعم پر اسی طرح کا الزام لگایا گیا"

مندرجہ بالا تحریر ستریوں کے اس امیر کبیر کی ہے۔ جو بقول ان کے جماعت احمدیہ میں کافی وقار رکھتا تھا۔ وہ اقراری ہے۔ کہ آنحضرتؐ پر بھی گندے الزام منافقوں نے لگائے۔ مگر مباہلہ اور حلف موکد بعذاب سے ان کا فیصلہ نہیں کیا۔ کیا ستریوں جیسے الزام دہندگان جو اس وقت موجود تھے۔ یہ نہ کہتے ہونگے۔ کہ " شخصی عقیدت رکھنے والی جماعتیں کبھی کسی امر پر معقولیت سے غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں۔ ان کے ایمان کا دارومدار تو محض اپنے مرشد حقیقی کی ہر غلط یا صحیح آواز پر آمنا وصدقنا کا نعرہ بلند کرنا ہوتا ہے " (انکشاف حقیقت صلا) اور کیا اب بھی وہ یہ نہیں کہیں گے۔ کہ " یہ غلط ہے کہ انبیاء پر ایسے الزامات لگے ہیں " (انکشاف حقیقت صلا) لیکن آنحضرتؐ نے نہ تو الزام دہندگان سے مباہلہ کیا۔ نہ موکد بعذاب حلف کا مطالبہ ہوا۔ تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کس طرح ستریوں کے مباہلہ کے مطالبہ کو منظور کر کے سنت الرسول کے خلاف کریں۔

دیکھو! اسلامی زمانہ میں کبھی ایسے الزامات پر مباہلہ یا حلف کا مطالبہ نہیں ہوا۔ رسول کریم صلعم نے بھی اپنی ذات کے متعلق اس پر عمل نہیں کیا۔ نہ پہلے نبیوں میں سے کسی نبی نے ایسے الزامات پر حلف یا مباہلہ سے اپنی بریت کی۔ پھر کس طرح شریعت کے خلاف مطالبات کو پیش کر کے ان کے پورے کئے جانے کی امید رکھتے ہیں۔

احکام القرآن ابن العربی
جلد 2 ص 89

حضرت عمرؓ کا فیصلہ

ہفتم۔ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص پر بدکاری کا الزام لگایا گیا۔ الزام لگانے والوں میں ایک جلیل القدر صحابی ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے الزام لگانے والوں سے چار گواہ طلب کئے۔ گواہ پیش ہوئے۔ ایک شخص نے گواہی میں کہا کہ میں نے اپنی آنکھ سے زنا کرتے نہیں دیکھا۔ اس پر دوسرے تین گواہوں کو جن میں حضرت ابوبکرہ جلیل القدر صحابی بھی تھے۔ قذف کی حد لگائی گئی۔ کوڑے مارے گئے۔ لیکن کسی نے یہ نہ کہا۔ کہ حضرتؓ جبکہ تین گواہ رویت کے ایسے ہیں۔ جن میں ایک جلیل القدر صحابی بھی ہے۔ اور چوتھا صرف کسی قدر کمزور شہادت دیتا ہے۔ ان کو کوڑے نہ لگاؤ۔ ملزم سے کہو۔ کہ وہ مباہلہ کر کے اپنی بریت کرے۔ یا حلف موکد بعذاب اٹھائے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے۔ تو پھر ضرور یقین کر لیں۔ کہ وہ اس الزام کے نیچے ہے۔ اور تین گواہوں کو سزا سے بری کر دیا جائے۔ مگر وائے برحال ستریاں کہ حضرت عمر فاروقؓ مباہلہ کا مطالبہ تو الگ رہا۔ ملزم کو قسم بھی نہیں دیتے۔ بلکہ الزام لگانے والوں کو تو سزا سے علاوہ آئندہ کے لئے شہادت سے بھی محروم کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ لا تقبلوا لھم شھادۃً ابداً۔ کہ حکم قرآنی کی رو سے ان کی کسی امر میں آئندہ گواہی نہ لی جائے۔ پھر بھلا فاروق ثانی حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ شریعت کے کس حکم کی بناء پر ستریوں کے مطالبہ مباہلہ کو منظور کریں۔ اس کی کوئی نظیر اسلامی کتب سے پیش کرو۔ جس میں الزام دینے والوں نے خلاف قرآن و حدیث و سنت خلفاء جس پر الزام لگایا ہو۔ اس کو مباہلہ کرنے یا حلف اٹھانے کے لئے کہا ہو۔ اور ان کی یہ درخواست حق بجانب اور موافق شریعت سمجھ کر قبول کی جا کر عمل میں لائی گئی ہو۔ تب بے شک خلیفۃ المسیح کو اس طریق کی طرف بلایا جا سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ پر الزام

ہشتم۔ جس طرح حضرت یوسفؑ حضرت موسیٰؑ حضرت محمد مصطفیٰؐ حضرت عائشہ

صدیقہ علیہم الصلوٰۃ والسلام پر منافقوں نے گندے الزام لگائے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی سیاہ رو سیاہ دل منافقوں نے الزام لگائے۔ الہام دنیٰ دہا و لبعلہا کو یاد کرو۔ کہ کس کے متعلق تھا۔ جس سے حضرت محمود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے بدترین حاسد اور سخت ترین دشمن پیغامی بھی انکار نہیں کر سکتے حالانکہ ایک الزام لگانے والے نے کہا کہ اگر حضرتؑ قسم ہی کھالیں۔ تو میں اعتبار کر لوں گا۔ مگر آپؑ نے مباہلہ فوراً الگ قسم بھی نہیں کھائی۔ پھر آپؑ کا جانشین حقیقی مباہلہ یا حلف کا مطالبہ خلاف شریعت منظور کر کے مسیح موعودؑ کے خلاف کام کرے! اور پھر خلیفۃ المسیح کہلائے اس لئے وہ ہرگز ایسا مطالبہ منظور نہیں کر سکتے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا فیصلہ

نہم۔ ایک اور واقعہ اسی قسم کا ہے۔ جسے حضرت مسیح موعودؑ نے خود فیصلہ کیا۔ اور وہ عورت جس کے متعلق جھگڑا تھا۔ اور اس کا خاوند بھی ابھی تک زندہ ہے۔ محمد افضل مرحوم ایڈیٹر بدر اور بعض دوسرے احمدی طاعون کی وجہ سے بڑی مسجد میں آگئے تھے اس وقت ایک عورت اور ایک مرد کی نسبت زنا کا الزام لگایا گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے الزام لگانے والوں سے چار گواہ بروئے قرآن مجید طلب کئے۔ اور فرمایا۔ کہ جب تک ایسی شہادت موجود نہ ہو۔ شرعاً کوئی مجرم نہیں قرار پاتا۔ اس مقدمہ میں ایک شخص کا اقرار بھی تھا۔ اور بعض گواہ بھی تھے۔ مگر مسیح موعودؑ نے یہ فیصلہ فرمایا۔ کہ جب تک چار گواہ رویت کے نہ ہوں۔ میں ان کو بری قرار دیتا ہوں۔ اس وقت تک ایک فریق اور اس کا خاوند اور بعض الزام لگانے والے جن کے سامنے یہ فیصلہ ہوا۔ زندہ موجود ہیں۔ اب بتاؤ۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الحکم ۲۴ مارچ والے خط کے حوالہ پر جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب نے اس قسم کے الزام سے بریت کے لئے مباہلہ کا طریق بتایا ہے۔ اگر درست ہو تو حضرت مسیح موعودؑ کا فعل اس کے خلاف کیسے ہو سکتا تھا۔ پس قول اور فعل کو مطابق کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ فعل کو مقدم رکھ کر جو قول کے بعد واقع ہوا ہے۔ قول کے وہی معنے کئے جائیں۔ جو فعل کے خلاف نہ ہوں۔

قرآن مجید کے خلاف نہ ہوں۔ سنت رسول کے خلاف نہ ہوں۔ یا وہ معنے دہرائے بھی جائے۔ جو نااہل ستری سمجھتے ہیں:

سنتِ خلفاء کا اثر قوم پر

دہم۔ انبیاء کے جانشین جو خلیفہ کہلاتے ہیں۔ ان کی حیثیت عام آدمیوں جیسی نہیں ہوتی۔ نہ کسی انجمن کے پریذیڈنٹ یا کسی قوم کے امیر یا کسی گاؤں کے نمبردار و ذیلدار جیسی ہوتی ہے۔ کہ جن کا ہر قول و فعل دوسروں کے لئے اسوۂ نہیں ہوتا۔ خلفاء انبیاء کا ہر قول و فعل امور مذہبی میں ساری قوم کے لئے نمونہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المھدیین۔ کہ میری سنت پر عمل کرو۔ اور میرے بعد میرے خلفاء الراشدین کی سنت پر چلنا۔ ایسا ہی خلافت احمدیہ کے قیام کے وقت بھی جو ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کا دن تھا۔ جب حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کو خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ اول بنایا۔ ان لوگوں نے جو آج پیغامی کہلاتے ہیں۔ یعنے ایم۔ اے ایڈ کو کے سب ممبروں نے یہ اقرار کر کے اخبار بدر مورخہ ۲ جون ۱۹۰۸ء میں شائع کیا۔ کہ:۔

"حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تھا"

اسی منہاج پر خلیفہ اولؓ کے بعد حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کو خدا نے خلیفہ ثانی بنایا۔ اور آپ کو تمام جماعت نے باستثناء چند منکرین خلافت اپنا واجب الاطاعت امام و پیشوا تسلیم کیا۔ اور آپ کے ہر قول و فعل کو جو دینی امور کے متعلق اور حضرت مسیح موعودؑ اور شریعت کے ماتحت ہو۔ اپنے لئے قابل عمل سمجھا۔ ایسی صورت میں اگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضم ستریوں کے مطالبہ مباہلہ یا حلف کو جو صریح قرآن و حدیث و سنت رسول و سنت خلفاء اور اجماع امت اور سنت مسیح موعودؑ کے خلاف ہے منظور فرما کر عمل کریں۔ تو آئندہ تمام قوم اور آنیوالے خلفاء کے لئے قیامت تک ایک ایسا غلط طریق ایجاد کر دیں۔ جو سب کے لئے بطور نظیر قرار پا کر ہر ایک موقع پر کہ جب کبھی کوئی بدمعاش کسی پر اس قسم کے الزام لگائے۔ وہ اس نظیر کو پیش کر کے اس کو

مباہلہ یا حلف کی طرف بلائیں۔ اور بصورت انکار اس کو ملزم سمجھ لیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ساری جماعت اور سلسلہ کو ایک ابتلاء میں ڈال دیں۔ پس اس مطالبہ جدیدہ کو منظور کرنا نہایت بُرے اثر اور بدنتیجہ کے پیدا ہونے کا موجب ہے۔ جو صریح گناہ ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح نے بابو عبدالحمید صاحب کے جواب میں یہی لکھا تھا۔ کہ "الفاظ قرآن خواہ احادیث رسول صلعم سنت رسول صلعم اور عمل خلفاء و اجماع اُمت و فیصلہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جو شخص ایک نیا طریق اختیار کرتا ہے۔ اس کی نفسانیت اور شریعت کی بے حرمتی کی وجہ سے میں اس کا تابع نہیں ہو سکتا۔ اس سے زیادہ شریعت کی بے حرمتی ناممکن ہے۔ اور میں اس سے انکار کرتا ہوں۔ اور میں اس مطالبہ کو اپنی تو الگ رہی ہر ایک شریف انسان کی خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ ہتک سمجھتا ہوں"

علاوہ ازیں حضور نے اس خط میں بابو عبدالحمید صاحب کو یہ بھی لکھا تھا۔ کہ "جس امر کو شریعت ناجائز قرار دیتی ہے۔ جس امر کو انسانی شرافت ہتک سمجھتی ہے۔ میں اس کام کو کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ مجھے خلافت کے علاوہ بھی خدا تعالیٰ نے عزت دی ہے۔ ایک معزز خاندان سے پیدا کیا ہے اور میری خاندانی شرافت بھی ایسے کمینے حملوں کی طرف توجہ کرنے سے مانع ہے۔ اور میرا مذہبی مقام مجھے ان باتوں کا وہ جواب دینے سے منع کرتا ہے۔ جس جواب کے سوا ان حد سے گذرے ہوئے لوگوں کو کوئی اور جواب تسلی نہیں دیا کرتا"

پھر اسی خط میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے مباہلہ سے انکار کے وجوہات میں ارقام فرمایا تھا۔ جس کا اوّل و آخر چھوڑ کر مستریوں نے بددیانتی سے صرف اتنا فقرہ لکھدیا۔ کہ میاں صاحب نے مباہلہ سے بے وجہ ہی انکار کر دیا۔ اور لکھدیا۔ کہ "ایسا مباہلہ شریعت کے بالکل برخلاف ہوگا" حالانکہ حضور نے مدلل طور پر لکھا تھا۔ کہ:۔

"یاد رکھیں۔ کہ مباہلہ صرف انہی امور کے متعلق ہو سکتا ہے۔ جو اصولی ہوں۔ اور جن کے متعلق شریعت نے کوئی اور طریق فیصلہ نہ بتایا ہو۔ جو امور کہ معاملات سے تعلق رکھتے ہوں ان میں مباہلہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا مباہلہ شریعت کے برخلاف ہوگا۔ عقل بھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ الزام لگانے والے کے مقابلہ میں انسان مباہلہ کرے۔ کیا کوئی بھی شریف آدمی جسے ذرا بھی عزت خدا تعالیٰ نے دی ہو۔ یہ پسند کر سکیگا۔ کہ وہ ایسے امور میں مباہلہ کرے۔ اس طرح کئی شریر النفس

لوگ روز اٹھکر لوگوں پر الزام لگا دینگے۔ اور جب انہیں ملامت کی جائے۔ تو کہدینگے۔ کہ ملامت اور غصہ کی بات نہیں۔ مباہلہ کر لو۔ اگر کسی شریف انسان سے ایک بدمعاش جاکر یہ کہدے۔ کہ اس کی بیوی سے اس نے زنا کیا ہے۔ تو وہ آدمی اس پر ناراض ہوگا۔ یا اپنی بیوی سے جاکر کہے گا۔ کہ اس نیک بخت سے کھڑی ہو کر مباہلہ کر۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا۔ کہ دنیا میں سے ایک بھی شریف آدمی ایسا نکلیگا۔ جو ایسے موقعہ پر اس الزام لگانے والے بیوقوف اور کمینہ انسان پر اظہار خفگی کی بجائے بڑے اطمینان سے اپنی بیوی کے پاس چلا جائیگا۔ اور جاکر اس سے یہ مطالبہ کریگا۔ کہ تو اس سے مباہلہ کر۔ اس راستہ کو کھولکر دیکھو۔ کہ دنیا میں کسی شخص کی بھی عزت محفوظ نہیں رہتی۔ پس یہ طریق عقل کے بھی بالکل برخلاف ہے۔ اور کسی شریف انسان سے اس کا مطالبہ کرنا اس کی ہتک کرنا ہے"

اس تحریر کو دیکھو۔ کہ کیا اس میں حضرت صاحب نے بلا وجہ ہی ایسے مباہلہ سے انکار کیا ہے اور اس کو خلاف شریعت بغیر دلیل کے فرمایا ہے۔ یا مدلل کرکے سمجھایا ہے۔ پھر اسی خط میں دوسری جگہ یہ لکھا ہے۔ کہ "شریعت نے مختلف امور کے لئے مختلف ذرائع فیصلہ کے مقرر کئے ہیں۔ ان سے باہر جاکر انسان اپنا جوش خواہ نکال لے یا دنیا کے سامنے سرخرو ہو جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی نظر میں اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں" پس ظاہر ہے۔ کہ اگر ایسا بے حقیقت اور خلاف شریعت مباہلہ کیا بھی جائے۔ جس کی خدا کی نظر میں کوئی وقعت نہیں۔ تو اُس مباہلہ پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خلاف شریعت ہونے کی وجہ سے خدا کی ناراضگی کا موجب ہوگا۔ اور اپنوں اور بیگانوں کی ہنسی کا باعث۔ پس بوجوہات بالا کس طرح مستریوں کا مطالبہ مباہلہ یا حلف حضور منظور کر سکتے ہیں۔ آخر کوئی دلیل شرعی بتاؤ۔ کہ کس بناء پر یہ طریق ایجاد ہو سکتا ہے۔ جو سراسر گناہ ہے۔

مستریوں کے مطالبہ حلف کا جواب

ختم اللّٰہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ۔

مستریوں کی طرف سے مباہلہ کے علاوہ ایک حلف مؤکد بعذاب کا بھی مطالبہ ہے۔ اگرچہ مباہلہ

کے متعلق جو ان کی علمی پردہ دری اور پر تفصیل کی گئی ہے۔ اس میں مطالبہ حلف کے ناجائز اور خلاف شریعت ہونے کا بھی فیصلہ کر دیا ہے۔ لیکن ان کے محررین اشتہار اور پشت پناہوں نے چونکہ حلف کے مطالبہ کی بنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک حوالہ پر رکھی ہے۔ جس میں حضرت اقدسؑ نے آتھم کو قسم کی دعوت دی تھی۔ اس لئے مناسب سمجھ کر میں نے علیحدہ بھی ان کی سخن فہمی کی مزید داد دینے اور ان کی مولویت کے دستار کو تار تار کرنے کے لئے کچھ مختصر لکھنا ضروری سمجھا۔ مستری اپنے اشتہاروں میں لکھتے ہیں کہ

"جناب مرزا صاحب ایسے معاملات میں (یعنی انتہائی سنگین جیسے الزامات میں ۔ فاروق) موکّد بعذاب حلف کے بھی مؤید ہیں۔ اور اس کو ہی ایک فیصلہ کن طریق قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے پادری آتھم کو کہا، کہ تم میعاد پیشگوئی میں ڈر گئے تھے۔ اگر تم نہیں ڈرے تو قسم کھاؤ۔ یہ کوئی صداقت اسلام یا صداقت احمدیت کا مسئلہ نہ تھا۔ بلکہ ایک جزئی بات تھی۔ جس کیلئے آپ نے حلف کا مطالبہ فرمایا۔" (اکتشاف حقیقت صفحہ ۷)

پیغامیوں کی سخن فہمی

یہ ان لوگوں نے اگر نادانستہ لکھا ہے۔ تو جہالت ہے، اور اگر جان بوجھ کر لکھا ہے۔ تو بے ایمانی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ ایسے گندے الزامات کے فیصلہ کا یہ طریق بھی لکھا ہے۔ کہ جس پر الزام لگایا جائے۔ اس کو حلف موکّد بعذاب سے اپنی بریت کرنی چاہیئے۔ جو بالکل جھوٹ اور محض افتراء ہے۔ حالانکہ خود ہی اقراری ہیں۔ کہ آتھم کو اس امر پر قسم دینا چاہتے تھے۔ کہ وہ میعاد پیشگوئی میں ڈرا ہے یا نہیں۔ بھلا کجا کسی کو یہ کہنا۔ کہ تو اسلامی پیشگوئی سے اگر دل میں نہیں ڈرا تو قسم کھا۔ کیونکہ خوف کا تعلق دل سے ہے نہ کہ چشم دید شہادت سے۔ اور کہاں ایسا الزام جو رویت سے ثا
کرنا ضروری ہے ؛

اور دوسری جہالت یا حماقت ان کا یہ کہنا ہے۔ کہ عبداللہ آتھم کو جس امر کے متعلق قسم دی جاتی تھی یہ وہ کوئی صداقت اسلام یا صداقت احمدیت کا مسئلہ نہ تھا۔ بلکہ ایک جزئی

بات تھی۔ واقعی یہ بات بالکل سچ ہے۔ کہ حق کی دشمنی اور صادقوں کی مخالفت سے تمام علم مسخ ہو کر عقل ماری جاتی ہے۔ اور ایسا انسان اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ کس قدر بدیہی بات ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آتھم کے حق میں جو پیشگوئی کی تھی۔ اس کی نسبت خود حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ کہ "میں اب ڈپٹی آتھم صاحب سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر یہ نشان پورا ہو گیا۔ تو یہ خدا کی پیشگوئی ٹھہری یا نہیں۔ اور رسول اللہ صلعم کے سچے نبی ہونے کے بارے میں محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں۔ اب اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو میرے لئے سولی تیار رکھو۔ اور اگر میں سچا ہوں۔ تو انسان کو خدا مت بناؤ" (تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ …) بتاؤ کہ یہ صداقت اسلام اور صداقت مسیح موعودؑ کا مسئلہ تھا یا بقول مستریان یہ کوئی صداقت اسلام کا مسئلہ نہ تھا ؛

الغرض جب آتھم حسب شرط پیشگوئی رجوع کر کے میعاد پیشگوئی کے اندر فوت نہ ہوا تو عیسائیوں اور ان کے نیم عیسائی بھائیوں نے ایک طوفان بے تمیزی مچا دیا۔ کہ دیکھو مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ آتھم زندہ ہے مرا نہیں۔ تب حضرت مسیح موعودؑ نے یہ اعلان کیا۔ کہ مجھے بذریعہ الہام خدا تعالیٰ نے اطلاع دی ہے۔ کہ آتھم پر پیشگوئی کا رعب پڑا۔ اور وہ خدا سے ڈرا۔ اس لئے پیشگوئی کی رجوع والی شرط سے اس نے فائدہ اٹھایا۔ اور اس کی موت میں اس وقت تک کہ وہ بیباکی سے تکذیب پیشگوئی کی طرف مائل ہو مہلت دی گئی ؛

جب خدا سے یہ اطلاع پاتے ہی حضرت مسیح موعودؑ نے فوراً اشتہار شائع کر دیا۔ کہ خدا نے مجھے الہام سے اطلاع دی ہے۔ کہ آتھم پیشگوئی کی میعاد کے اندر ہیبت الٰہی اور اسلامی پیشگوئی سے ڈر کر دل سے مسیحیت کا قائل نہ رہا۔ بلکہ اس خدا سے جو حقیقی خدا ہے ڈر گیا۔ اس لئے وہ موت سے بچ گیا۔ جیسا کہ پیشگوئی کا مفہوم تھا۔ تو اس اشتہار کے نکلنے پر آتھم کی طرف سے عیسائیوں اور نیم عیسائیوں نے اعلان کیا۔ کہ یہ غلط ہے آتھم بالکل پیشگوئی سے نہیں ڈرا۔ نہ وہ اسلام کے خدا کی طرف ذرا بھی دل میں مائل ہوا۔ تو مرزا

صاحب اس کا ثبوت دیں۔ کہ وہ دل میں مائل بہ اسلام ہو گیا۔ اور پیشگوئی سے ڈرتا رہا۔

اب دیکھو! کہ اگر عیسائیوں کے قول کے مطابق یہ امر صحیح ہو۔ کہ آتھم دل سے الوہیت مسیح کا ہی قائل رہا۔ اور پیشگوئی نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ نہ اس نے دل میں رجوع کیا۔ تو حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی جھوٹی ہو کر جہاں ایک طرف اسلام اور بانی اسلام کے معاذ اللہ کذب پر دلیل ہوتی ہے۔ ساتھ ہی دوسری جانب حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب ہو جاتی ہے۔ کہ پیشگوئی جھوٹی تھی۔ اور یہ محض حیلہ بنایا گیا ہے۔ کہ آتھم دل میں ڈر گیا۔ اور حسب شرط رجوع مندرجہ پیشگوئی بچ گیا۔ کوئی الہام وغیرہ اس کے ڈرنے کے متعلق خدا نے نہیں کیا۔

پس ایسی صورت میں حضرت اقدسؑ آتھم کے دل کی حالت کو کس خارجی شہادت اور انسانی گواہ کے ذریعے ثابت کر سکتے تھے۔ کہ واقعی حضرت اقدسؑ کو خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ اس کی دلی کیفیت کا پتہ دیا ہے۔ اور اگر یہ امر ثابت نہ کیا جاتا۔ تو یقیناً حضرت اقدسؑ اور اسلام کی سچائی ظاہر نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کو "ایک جزئی بات" کہنا کسی یہودی یا عیسائی ہی کا کام ہے۔ کوئی مسلمان خصوصاً احمدی کہلانے والا تو کبھی بھی اس کو "جزئی بات" نہیں کہہ سکتا۔ جبکہ حضرت اقدسؑ خود اس کو اسلام کی اور اپنی صداقت کا مسئلہ بتاتے ہیں:-

---

سنو! حضرت صاحب آتھم کو خط میں لکھتے ہیں۔ کہ "اگر نعوذ باللہ یہ الہام الٰہی آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ تو میں آپ کو اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے آپ کو پیدا کیا۔ کہ عام جلسہ میں تین مرتبہ قسم کھا کر میرے روبرو اس کی تکذیب کر دیں۔ کہ یہ الہام جھوٹا ہے۔ اور اگر سچا ہے تو اسے قادر غیور خدا مجھ کو سخت سزا دے۔ تب میں آمین کہوں گا۔ اور رب العرش سے چاہوں گا۔ کہ میرا اور آپ کا قطعی فیصلہ کر دے۔ جو کچھ میں نے الہام سنایا ہے بجز خدا تعالیٰ اور میرے اور آپ کے دل کے اور

کسی کو خبر نہیں۔ سو میں اسی مالک کی آپ کو قسم دیتا ہوں۔ کہ اگر آپ میرے الہام کے مکذب ہیں۔ تو میرے روبرو حلفاً اقرار مذکور کر کے آسمانی فیصلہ کا دروازہ کھول دیں"

(تبلیغ رسالت حاشیہ صفحہ ۱۳۱ جلد ۳)

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں "کہ قسم کے نہ کھانے سے یہ ثابت ہو گا۔ کہ عظمت اسلام ضرور ان کے دل میں سما گئی۔ اور عیسائیت کے باطل اصول ان کی نظر میں حقیر معلوم ہوئے"

(حاشیہ جلد ۳ تبلیغ رسالت صفحہ ۱۳۴)

مستریو! "انکشاف حقیقت" لکھنے والو۔ اب بتاؤ۔ کہ یہ حلف کسی "جزئی بات" پر دی جاتی تھی یا اسلام اور احمدیت کی صداقت کا مسئلہ تھا؟

حضرت مسیح موعودؑ نے جب آتھم کو کہا۔ کہ وہ حلف مؤکد بعذاب سے اس بات کا اقرار کرے۔ کہ اسلامی ہیبت اور پیشگوئی کی عظمت اور اسلام کی صداقت نے اس کے دل پر اثر نہیں کیا۔ بلکہ وہ پورے یقین کے ساتھ مسیح کو ابن اللہ اور خدا مانتا اور اسلام کو جھوٹا مذہب جانتا رہا۔ تو اس کو اس حلف کا معاوضہ بھی ہم ایک ہزار، دو ہزار، تین ہزار، چار ہزار روپیہ تک پہلے دیں گے۔ لیکن آتھم نے قسم کھانے سے اس بے بنیاد عذر پر انکار کر دیا۔ کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے۔ تو حضرت صاحبؑ نے انجیل و توریت سے اس کا ثبوت دیا کہ مذہب عیسائی میں قسم کھانا منع نہیں ہے۔ بلکہ جائز ہے:-

---

اسی اشتہار چار ہزاری کا مندرجہ ذیل وہ حوالہ ہے۔ جس کو مستریان متین سیوبا نے اپنی حماقت سے پیش کر کے حلف مؤکد بعذاب کا مطالبہ کیا ہے۔ اس اشتہار میں حضرت مسیح موعودؑ نے آتھم کو بتایا ہے۔ کہ تم پر ہمارا یہ الزام ہے۔ کہ تم پیشگوئی کے ایام میں ہیبت اسلام سے ڈر کر رجوع بحق ہوئے۔ اور مسیحیت کا عقیدہ تمہارے دل میں نہ رہا۔ اس لئے تم موت سے بچ گئے۔ اگر یہ صحیح نہیں ہے۔ تو حلف مؤکد ہمارے روبرو کھا کر اس الزام کو اپنے سر سے اٹھا دیں کیونکہ:-

"ایک راستباز انسان جب کسی الزام اور شبہ کے نیچے آجاتا ہے۔ اور کوئی انسانی گواہی قابل اطمینان پیش نہیں کرسکتا۔ تو بالطبع وہ خدا تعالیٰ کی گواہی سے اپنی راستبازی کی بنیاد پر مدد لیتا ہے۔ اور خدا کی گواہی یہی ہے۔ کہ وہ اس کی ذات کی قسم کھا کر اپنی صفائی پیش کرے"

اوپر کے جلی الفاظ مستریوں کے مطالبہ کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ایسے الزامات جن کا طریق فیصلہ قرآن مجید میں مُصَرَّح نہیں ہے۔ ان سے علاوہ جو الزام ہوں۔ اور ان کے واسطے کوئی انسانی گواہی قابل اطمینان نہ میسر ہو۔ جیسا کہ آتھم والے معاملہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاحب کے پاس اس کے خوف زدہ ہونے پر الہام الٰہی کی شہادت کے سوا کوئی انسانی گواہی موجود نہ تھی۔ تو ایسے معاملات میں حلف مؤکد بعذاب سے فیصلہ کیا جائے۔

سو اس حوالہ کی رُو سے اُن الزامات کا بھی فیصلہ چاہنا۔ جن کا قرآن شریف نے نہایت صراحت کے ساتھ طریق فیصلہ بیان کیا ہو۔ جیسے کہ یرمون المحصنٰت اور یرمون ازواجھم کی آیات میں مندرج ہے۔ خدا اور رسول کے خلاف عمل کرنا اور شریعت اسلامی سے باہر نکلکر نئی شریعت کی بنیاد ڈالنا نہیں تو اور کیا ہے؟ پس عبد اللہ آتھم والی قسم کو نظیر میں پیش کرکے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ سے مطالبہ حلف کرنے والا نہ صرف جاہل ہے۔ بلکہ جہل مرکب ہے۔ جس کو اتنی بھی خبر نہیں۔ کہ آتھم کو قسم دینا۔ صداقت احمدیت اور صداقت اسلام کے لئے تھا۔ نہ کہ کوئی "جزئی بات"۔ البتہ آتھم کے چال چلن پر اگر کوئی ایسا الزام لگایا جاتا جس کے متعلق شریعت نے طریق فیصلہ مقرر کردیئے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ باوجود اس طریق فیصلہ کے موجود ہونے کے پھر اس الزام کے متعلق آتھم سے حلف مؤکد بعذاب کا مطالبہ فرماتے۔ تو اس صورت میں آتھم کا معاملہ بطور نظیر کے پیش کیا جاسکتا تھا۔ لیکن آتھم پر حضرت اقدسؑ کی طرف سے کوئی ایسا الزام نہ لگایا گیا تھا۔ جس کا طریق فیصلہ شریعت میں موجود ہو۔ اور پھر حضرت صاحب نے یہ طریق حلف کا اس کے لئے مقرر کیا ہو۔

دعا کرو اور خدا سے ڈرو

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ خدا نے مجھ جیسے ناتوان اور ضعیف انسان سے یہ خدمت لی اور مجھے توفیق عطا فرمائی۔ کہ میں نے محض رضاء الٰہی کے لئے بڑی محنت سے اس مضمون کو لکھا۔ اب دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو مفید اور نافع الناس بنائے۔ اور میری اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین۔ مستریوں کے اہم مطالبات کا میں نے بفضلہ تعالیٰ پورا جواب دیدیا ہے۔ اس کے بعد اگر ان کو یا ان کے کسی حمایتی کو جرأت ہوئی۔ کہ اس کے خلاف قلم اٹھائے تو انشاء اللہ اس پر بھی پوری مستعدی سے نظر ڈالوں گا۔ اور جواب دوں گا۔ باقی جو لغویات ان کے اشتہاروں میں ہیں۔ وہ اس قابل نہیں۔ کہ ان پر التفات کیا جائے۔ مگر تاہم میں آئندہ اشاعتوں میں ان پر بھی انشاء اللہ توجہ کروں گا۔ تاکہ ان کا ارمان باقی نہ رہے۔

اب میں اس مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اس خط کے ایک آخری مضمون پر ختم کرتا ہوں۔ جو حضور نے بابو عبد الحمید صاحب کے جواب میں ۱۶ صفحہ کا لکھا تھا۔ مستریوں کے لونڈوں کو حضور نے نہ کبھی منہ لگایا۔ نہ وہ اس قابل تھے۔ کہ ان کو مخاطب کیا جائے۔ زاہد اور عبد الکریم کو اپنی قیمت معلوم ہے۔ اور میں ان کو بتا دیتا ہوں۔ کہ

"ایاز قدر خود بشناس"

وہ دہریوں اور اُمّی جیسوں کے جلیس بنے رہیں۔ یہ رفاقت ان کو مبارک ہو۔ کہ وہ پہلے پیغامی بنے تھے۔ اب مرتد ہوتے جارہے ہیں۔ عنقریب

دہریہ بن جائینگے

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے بابو عبد الحمید صاحب شملوی کو اپنے ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۷ء کے گرامی نامہ میں فرمایا تھا۔ کہ "اگر مباہلہ جائز ہوتا۔ تو مجھے مباہلہ سے عذر نہ ہوتا۔ لیکن انسانیت اور شریعت دونوں اس قسم کے مباہلہ سے روکتی ہیں۔ پس میں اس ناجائز فعل پر آمادہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر پچھلے نشانات (صداقت) آپ کے لئے کافی نہیں تو کہتا ہوں

کر نفسانیت سے الگ ہو کر خدا تعالےٰ سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کا سینہ کھولدے (الحمدللہ کہ بابو صاحب نے اس خط کے بعد جلد توبہ کرلی۔ فاروق) جس طرح عذاب خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ رحمت بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے آتی ہے۔ پس بجائے عذاب سے ہدایت کی تلاش کرنا جو ناممکن ہے۔ رحمت سے خدا تعالےٰ کی ہدایت طلب کریں۔ ہدایت کا یہی ایک راستہ ہے"

دُعاء مباہلہ

"آخر میں مَیں یہ بھی کہدینا چاہتا ہوں۔ کہ بعض امور میں مباہلہ جائز بھی ہوتا ہے اگر بعض لوگ بغیر خدا کے غضب کو بھڑکانے کی تسلّی نہ پائیں۔ اور میری اس نصیحت (بالا) کو قبول نہ کریں۔ تو پھر میں کہتا ہوں۔ کہ یہ مسئلہ اس طرح بھی حل ہو جاتا ہے۔ کہ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اور جس کے ہاتھ میں جزا اور سزا ہے۔ اور ذلت و عزت ہے۔ کہ میں اس کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں۔ اور جو لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہیں۔ اور مجھ سے مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ اس کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف کر رہے ہیں۔ اگر میں اس امر میں دھوکے سے کام لیتا ہوں۔ تو اے خدا تو اپنے نشان کے ساتھ صداقت کا اظہار فرما اب جس شخص کو دعویٰ ہو۔ کہ وہ اس رنگ میں میرے مقابل پر آنے میں حق بجانب ہے۔ وہ بھی قسم کھالے۔ اللہ تعالےٰ خود فیصلہ کردیگا"

پس یہ میرا خط آپ کی تسلی نہ کرے۔ تو آپ کا اصل فرض یہ ہونا چاہیئے۔ کہ دوسرا خلیفہ کھڑا کردیں۔ جو اپنے تقویٰ اور نیکی سے دنیا کو اپنی طرف کھینچ لے۔ پھر جو میرے ساتھ ہیں۔ ان کو بھی خود بخود ہوش آجائیگی۔ اور آپ کا کام آسان ہو جائے گا۔ لیکن یاد رکھیں۔ کہ خدا کے کام کو کوئی نہیں روک سکتا۔ خدا تعالےٰ میری مدد کریگا۔ اور میرے ہاتھ پر اسلام کو فتح دیگا۔ درمیانی ابتلاء اس کی سنت ہیں۔ اور میں ان سے نہیں گھبراتا۔ وہ خود سلسلہ کا رکھوالا ہے۔ اور وہ خود اس کی حفاظت کریگا۔ میرا انتخاب

انسان کو دہریت سے ورے نہیں رکھے گا۔ خدا تعالےٰ کے اس قدر نشانوں کا انکار ایمان کو ضائع کردینے کے لئے کافی ہے" (۲۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ)

خط کے اس حصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی خلافت خدا کی مقرر کردہ خلافت بیان فرمائی ہے۔ جو سورہ نور کی آیت استخلاف کے ماتحت ہے۔ جس کی رُو سے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے لئے ایمان اور اعمال صالح اور تمکین دین اور امن بعد الخوف اور خالص خدا تعالےٰ کی عبادت اور ہر قسم کے شرک سے پاک ہونا شرط ہے۔ اور اس کے منکروں کو فاسق بنایا گیا ہے۔ پس جو شخص اس بات کا مدعی ہے۔ کہ وہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ برحق ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اس کو اس مقام پر کھڑا کیا ہے۔ اس میں لازماً وہ تمام شرائط جو خدا تعالےٰ نے خلفاء کیلئے فرمائی ہیں موجود ہونگی۔ تب ہی تو خدا تعالےٰ نے اس کو خلیفہ بنایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا اس بات پر مباہلہ کرنا۔ کہ وہ خدا کے برحق خلیفہ ہیں۔ اور خدا نے ان کو اس منصب پر کھڑا کیا ہے۔ اپنے اندر ان تمام شرائط کے پائے جانے کو بھی مستلزم ہے۔ جو ایک سچے خلیفہ کے لئے ضروری ہیں۔ پاکیزگی اور طہارت کے بیان کرنے کا خدا تعالےٰ اور اس کے انبیاء نے یہ طریق کبھی اختیار نہیں کیا۔ کہ ہر گندے الزام اور عیب کو اپنی طرف منسوب کرکے پھر اس کی نفی کریں ؎

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

مستریوں کے چند عذرات کا ازالہ

مستری "اختلاف حقیقت" کے صفحہ ۲ کالم ۲ پر لکھتے ہیں۔ کہ "کہا جاتا ہے۔ کہ بجائے چال چلن پر مباہلہ کرنے کے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ برحق ہونے پر مباہلہ کرنا کافی ہے۔ اور زیر بحث معاملہ کا مفہوم بھی اس میں آجاتا ہے" مستری مقبول اور اُن کے ساتھی اس مباہلہ کو ٹالتے ہیں۔ اور اس صاف اور سیدھی راہ سے گریز کرکے دو بیہودہ یہ عذرات پیش کرتے ہیں۔ کہ:-

عذر اوّل: "اگر یہی بات درست ہوتی کہ الزام کے متعلق مباہلہ نہ کیا جائے۔ بلکہ اصل دعویٰ خلافت پر مباہلہ کیا جائے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کو مولوی اسمٰعیل علیگڈھی کے ساتھ ... الزامات پر مباہلہ کرنیکی کیا ضرورت تھی۔ یا مولوی ... صاحب سے حلف کا مطالبہ کیا معنے رکھتا تھا۔ کیا اس وقت مسیح موعودؑ یہ نہ کہہ سکتے تھے۔ کہ میں ان الزامات کے متعلق ... اس امر پر مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔ کہ میں خدا کا مامور اور مسیح موعودؑ ہوں۔ اگر میں خدا کی نگاہ میں اپنے دعویٰ میں صادق

ہیں سچا ہوں۔ اور اس نے اپنے عذاب سے مجھے ایک سال تک محفوظ رکھا۔ تو اے لوگو تم نے نتیجہ نکال لینا کہ میرے پاس آلات نجوم نہیں ہیں۔ اور پادری آتھم واقعی پیشگوئی سے ڈر گیا تھا" کیا آپ کو یقین نہیں۔ کہ بانی سلسلہ دینی امور میں زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ اگر قادیانی اصحاب کے نزدیک انہوں نے (یعنی مسیح موعودؑ نے) غلطی ہی کی۔ تو کیا آخر وقت تک خدا تعالےٰ نے ان کو اس غلطی پر آگاہ نہ کیا۔ اور غلطی بھی وہ جو بعد کے خلفاء کے لئے دقت کا موجب ہوئی تھی" یہ ہے ستریوں کا عذر اوّل۔ اس کا جواب سنئے!

ہمارا جواب

افسوس کہ ان نااہل پمفلٹ نویسوں کو اتنی بھی خبر نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مولوی اسمٰعیل والا واقعہ کس زمانہ کا لکھا ہے۔ آیا اس زمانہ میں حضرت اقدس کا مباہلہ کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ اور اس وقت وہ اپنے دعویٰ کی صداقت کے متعلق مباہلہ کرنا ضروری سمجھتے تھے یا نہیں۔ سو واضح ہو کہ اسمٰعیل والا قصہ آلات نجوم کا اس وقت پیش آیا تھا۔ جب کہ آپؑ نے اپنے دعویٰ کے متعلق کوئی کتاب بطور دلائل و اثبات دعویٰ تصنیف نہیں فرمائی تھی۔ اور سب سے پہلے کتاب "فتح اسلام" میں اس واقعہ کا ذکر لکھا ہے۔ اور یہ کتاب وہ ہے۔ جس کے بعد دوسری کتابیں ایک "توضیح مرام" دوسری "ازالہ اوہام" خاص اپنے دعویٰ کے ثبوت میں تحریر فرمائیں۔ اور اس کتاب کے آخر میں اعلان کیا۔ کہ "جو کچھ اس عاجز نے مثیل مسیح کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ مضمون متفرق طور پر تین رسالوں میں درج ہے۔ فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام۔ یہی مناسب ہے۔ کہ جب تک کوئی صاحب ان تینوں رسالوں کو غور سے نہ دیکھ لیں۔ تب تک کسی مخالفانہ رائے ظاہر کرنے کے لئے جلدی نہ کریں" بھلا غور کرو۔ کہ جب تک حضور نے اپنے دعویٰ کے متعلق ابھی دنیا کے سامنے کوئی ثبوت ہی نہیں پیش کیا۔ تو اپنی صداقت پر مباہلہ کس بنا پر کر سکتے تھے۔ اور آلات نجوم کا الزام مولوی محمد اسمٰعیل نے اس پہلے رسالہ "فتح اسلام" کی تصنیف سے بھی پہلے لگایا تھا۔ جیسا کہ حضرت صاحب نے اسی رسالہ کے حاشیہ صفحہ ۱۹ میں مولوی اسمٰعیل کا یہ الزام بالفاظ ذیل نقل فرمایا ہے۔ کہ "سید احمد خوب جن کو میں ثقہ جانتا ہوں۔ وہ مجھ (اسمٰعیل) سے بلا واسطہ بیان کرتے تھے۔ کہ میں دو ماہ تک ان کے پاس معتقدین خاص کے زمرہ میں رہا۔ اور وقتاً فوقتاً بنظر امتحان ہر ایک وقت خاص پر حاضر رہ کر جانچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ در حقیقت ان کے پاس آلات نجوم موجود ہیں۔ وہ ان سے کام لیتے ہیں سچے فقرات الہام پر غور کرنے سے ہرگز یقین نہیں آتا کہ وہ الہام ہیں" (فتح اسلام طبع دوم جولائی ۱۸۹۶ء)

دیکھو اس الزام میں مولوی اسمٰعیل نے اس شخص کا نام بتایا ہے۔ جس کی چشم دید رویت پر اس نے یقین و اعتماد کیا ہے۔ برخلاف اس کے ستریوں نے کسی چشم دید گواہی کو نہ پیش کیا۔ نہ اس رویت کے گواہ کا نام لیا۔ آگے حضرت صاحبؑ نے اسمٰعیل کے اس الزام کا یہ جواب ارقام فرمایا ہے۔ "تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ میری طرف سے در حقیقت یہی جواب ہے۔ جو میں نے آیات ربانی کے ذریعہ لکھ دیا۔ اور مجھے ہرگز یاد نہیں۔ کہ وہ سید احمد صاحب کون بزرگ تھے۔ جو دو ماہ تک میرے پاس رہے۔ اس بات کا بار ثبوت مولوی صاحب کے ذمہ ہے۔ کہ ان کو میرے روبرو پیش کریں۔ تا پوچھا جائے۔ کہ انہوں نے کن آلات کو مشاہدہ کیا تھا" بتاؤ کہ اس کے سوا اور کیا جواب ہوتا۔ کہ اس الزام کا بار ثبوت اسمٰعیل کے ذمہ ہے۔ وہ اس گواہ کو پیش کرے۔ یا بروئے قرآن مباہلہ کرے۔ تا معلوم ہو جائے۔ کہ خدا مجھ پر الہام کرتا ہے یا نجوم سے میں پیشگوئیاں کرتا ہوں۔ ابھی وہ وقت ہی نہ آیا تھا۔ کہ آپ مسیح موعود ہونے پر مباہلہ کرتے۔ کیونکہ آپ جس وقت علی گڑھ تشریف لے گئے تھے۔ اور اسمٰعیل مذکور سے ملے تھے۔ اس وقت آپ کا دعویٰ مثیل مسیح ہونے کا تھا نہ کہ مسیح موعود ہونے کا۔ پھر بھلا جس دعویٰ کے آپ اس وقت مدعی ہی نہ تھے۔ اس پر وہ مباہلہ کیسے کرتے؟

ماسوا اس کے آپ اسمٰعیل والے واقعہ سے بہت مدت بعد فروری ۱۸۹۱ء تک یہ دعوے کرتے تھے۔ کہ "اللہ جل شانہٗ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سو میں کی الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود سمجھتا ہوں۔ جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں یہ میرے الہامات اور مکاشفات کا خلاصہ ہے۔ جو میرے رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے۔ اور ویسا ہی اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ جیسا کتاب اللہ پر اور اسی اقرار اور انہیں لفظوں کے ساتھ میں مباہلہ بھی کروں گا۔ لیکن امور مفصلہ ذیل کا تصفیہ ہونا لازم ہے۔ اوّل یہ کہ چند مولوی صاحبان جیسے مولوی نذیر حسین صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بالاتفاق یہ فتویٰ لکھ دیں۔ کہ ایسی جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو۔ تو اس کا فیصلہ بذریعہ مباہلہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ میرے خیال میں جزئی اختلافات کی وجہ سے مسلمانوں کو لعنتوں کا نشانہ بنانا ہرگز جائز نہیں۔

اب یہ نئی بات نکلی ہے۔ کہ ایسے اختلافات کے وقت میں ایک دوسرے پر لعنت کریں۔ اور بد دعا کرکے فیصلہ کرنا چاہیئے" (تبلیغ رسالت جلد اوّل ص۱۵۹ تا ۱۶۰)

پس حضرت مسیح موعود تو ۱۸۹۱ء تک یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ آپ کا دعویٰ جزئی اختلاف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس پر مباہلہ جائز نہیں۔ پھر وہ آلات نجوم والے علی گڈھی سے اپنی صداقت پر کس طرح مباہلہ کرتے لہٰذا مستریوں کا یہ کہنا۔ کہ حضرت صاحب نے کیوں اپنے مسیح موعودؑ ہونے پر مباہلہ نہ کیا۔ اور آلات نجوم پر مباہلہ چاہا۔ نری حماقت اور بطالت ہے ۞

پھر اسمٰعیل والے مباہلہ کی نسبت بھی اسی اشتہار میں حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "ہاں اگر ایک شخص۔ بذریعہ تہمت کی راہ سے کسی فسق و معصیت کا الزام لگایا جائے۔ جیسا کہ مولوی اسمٰعیل ساکن علی گڈھ نے اس عاجز پر لگایا تھا۔ کہ نجوم سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کا نام الہام رکھتے ہیں۔ **تو مظلوم کو حق پہنچتا ہے۔** کہ مباہلہ کی درخواست کرے" (تبلیغ جلد اوّل ص۱۶۱) لہٰذا یہیں حضرت مسیح موعودؑ کے اس واقعہ کو پیش کرکے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ سے مباہلہ کا مطالبہ کرنا اپنی کور چشمی اور سیاہ باطنی اور بیوقوفی کا اظہار ہے۔ نہ کہ علم و فضل و عقل و دیانت کا اصرار و تقاضا ۞

دوسرا عذر مستریوں نے یہ پیش کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا "پادری آتھم سے موکد بعذاب حلف کا مطالبہ کیا جتنے رکھتا تھا" آتھم سے کیوں نہ اپنے صداقت دعویٰ یعنے مسیح موعود ہونے پر مباہلہ کیا۔ مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ مستری کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک بات بھی تو ان کے منہ سے ٹھکانے کی نہیں نکلتی۔ یہ تو زشیدہ مخالف تمام دنیا کو اپنے جیسا ہی احمق سمجھتا ہے۔ کہ وہ جو لکھ دیگا۔ لوگ اس پر فریفتہ ہو کر گر پڑینگے۔ او ناداں میں حضرت مسیح موعودؑ نے آتھم سے موکد بعذاب حلف کا مطالبہ صداقت اسلام اور صداقت الہام پر ہی کیا تھا۔ نہ کہ کسی جزئی اختلاف پر۔ پس وہ موکد بعذاب حلف کا مطالبہ یہ معنے رکھتا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کا دعویٰ الہام سچا اور اسلام سچا اور اسلام کا خدا سچا اور اسلام کا بانی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچا ہے امید ہے۔ کہ یہ مضمون سعید روحوں کی ہدایت کا موجب ہوگا۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علےٰ اخیر خلقہٖ محمد و اٰلہٖ اجمعین ۞

خاکسار :- **میر قاسم علی ایڈیٹر فاروق** ۱۲/۱۸

اب یہ بھی پڑھ لو

بابو عبد الحمید صاحب شملوی کی مستریوں سے بیزاری

مستریوں نے اپنے اشتہاروں میں بار بار بابو عبد الحمید صاحب داماد مولوی عمر الدین صاحب اور بعزیز مستری عبد الکریم پسر مستری فضل کریم کو جن کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا خط بجواب ان کے شبہات و اعتراضات کے لکھا تھا۔ جس کے بعد وہ خدا کے فضل سے ہدایت یاب ہوئے۔ اور معافی نامہ لکھ کر بحضور حضرت صاحب ارسال کر دیا۔ یہ بابو صاحب آج کل پونہ میں ہیں۔ وہاں سے میرے نام ان کا مندرجہ ذیل خط مورخہ ۱۳ر نومبر ۱۹۲۷ء صادر ہوا ہے۔ جس کو میں ناظرین کی واقفیت کے لئے اور رفاعی کر فضل کریم اینڈ کو مستریان کی زبان بندی کیواسطے شائع کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ بابو صاحب موصوف کو استقامت اور بیش از بیش اخلاص عطا فرمائے۔ آمین ۞

بابو عبد الحمید صاحب کا خط از پونہ

ایڈیٹر صاحب فاروق۔ السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ اور اخبار (فاروق کا خاص نمبر) ملا۔ پڑھ کر از حد خوشی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزاء خیر دے۔ مجھے از حد افسوس ہے۔ کہ یہ لوگ (مستری فضل کریم وغیرہ) میرا نام ابھی تک لئے جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ سوائے میرے اور برادرم غلام احمد کے (جن کا بیان ابھی مستریوں سے بیزاری کا فاروق میں شائع ہو چکا ہے) شملہ میں کوئی نہیں تھا۔ جو اس سازش اور فتنہ میں حصہ لیتا تھا۔ لہٰذا میں دعوےٰ سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ شملہ میں خدا کے فضل سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے۔ جس کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذات پر اب کوئی اعتراض ہو۔ مجھے جو اعتراض تھے۔ وہ صاف ہو گئے تھے۔ مجھے حضرت صاحب نے معاف کر دیا تھا۔ افسوس ہے

(الفاروق) [illegible]

کہ اس کا اعلان نہیں کیا گیا۔

پیغام حق (مستریوں کے اخبار) سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مولوی عبدالکریم اور دیگر صاحبان (مستری خاندان) احمدیت سے ارتداد کر چکے ہیں۔ اللہ تعالٰے کا احسان ہے۔ کہ اس نے محض اپنے فضل سے مجھے بچا لیا۔ ورنہ میں بھی اسی گڑھے میں گرا ہوا تھا۔ جس میں یہ لوگ اس وقت گر پڑے ہیں۔

مولوی عبدالکریم صاحب کہتے تھے۔ کہ وہ احمدیت کو کبھی خیرباد نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ احمدیت کی خاطر انہوں نے گھر چھوڑا۔ یار چھوڑے۔ حتّٰی کہ ساری دنیا چھوڑ دی۔ اور قادیان آکر بس گئے۔ لیکن نتیجہ دیکھئے۔ تو اس سے ہر ایک انسان کو یقین ہو سکتا ہے۔ کہ احمدیت انہوں نے کبھی قبول کی ہی نہیں تھی۔ جس شخص نے احمدیت کے روشن چہرے کو ایک دفعہ بھی دل سے دیکھ لیا ہو۔ وہ کبھی اس طرح مرتد نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالٰے ان پر رحم کرے۔ اور پھر وہ راہ راست پر آ جائیں۔ آپ بھی ان کے لئے دعا کریں۔ آخر وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ احمدیت سے انہیں عشق ہے۔ مگر کاموں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ زبانی بات ہے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں میرا باادب سلام عرض کریں۔ مشکور ہوں گا۔ والسلام۔

(عبدالحمید احمدی از پونچھ ۲۰ نومبر ۱۹۳۹ء)

بابو غلام احمد صاحب شملوی کا خط

یہ خط فاروق میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں بابو غلام احمد صاحب نے [illegible] فتنہ پرداز لوگ لاہوری وغیرہ کے ماتحت سلسلہ عالیہ احمدیہ کے [illegible] اور خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے خلاف گندہ اور زہریلا پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اور [illegible] بیانات بعض [illegible] یا سابعین کو بتایا جاتا ہے۔ جو کہ سراسر غلط ہے۔ چونکہ وہ لوگ جو پہلے منحرف تھے۔ وہ اب اپنی غلطی کو [illegible] حضور سے عفو کے ملتجی ہوئے۔ اور حضور نے ازراہ کرم معاف کر دیا۔ ہم یہ کہنے سے قاصر ہیں کہ یہ لوگ مستری [illegible] وغیرہ کیوں اب تک یہ بیانات ہماری طرف منسوب کر کے عوام و خواص کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس لئے میں [illegible] میں ان کے بیانات کی تردید کرتا ہوں۔ کہ میرا جماعت مبائعین سے کوئی تعلق نہیں۔ جس نے [illegible] مجھ کو ان لوگوں سے تعلق رکھا۔ جو حضور پر الزام لگاتے تھے۔ لیکن جب میں معاملہ کی حقیقت سے آشنا ہو گیا۔ اور مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ تو فوراً حضور سے عفو کا ملتجی ہوا۔ اور خدا کے فضل سے اب میں حضور کا [illegible] ہوں۔

(غلام احمد احمدی [illegible])